شہادت

17 سال بعد

محمد صلاح الدین کی شہادت

کے پس پردہ حقائق

غیر جانبدارانہ تحقیق

تحریر: ملک افروز روہیلہ

سابق رکن شعبہ تحقیق و تصنیف

ہفت روزہ تکبیر کراچی

PART 3 END

www.araafpublisher.com

گیا تھا۔ثروت جمال اصمعی کو باقاعدہ فاتح کی ادارہ سنبھالتے ہی اس بات کا بخوبی اندازہ ہوگیا کہ یہاں مالکان صحافتی معاملات کو کمپنی یا فیکٹری کی طرز پر چلانے کے عادی ہیں ملازمین کی تنخواہ میں دیگر مالی ادائیگیاں معاہدے کی رو سے کرنے کے بجائے شعبان فاروقی کے دست راست ڈاکٹر شہزاد اور ن م جوتشی کی صوابدیدی اختیارات پر تھی۔ ۱۲ اکتوبر ۹۹ء کو جب ملک میں نواز شریف کی حکومت کو برطرف کرکے جنرل پرویز مشرف نے بحیثیت چیف ایگزیکٹو زمام اقتدار سنبھالا تو فاتح کے شعبہ ادارت اور مالکان کے درمیان پالیسی اختلافات بھی شروع ہوگئے۔ ۸ نومبر ۹۹ء کو روزنامہ امت نے یہ خبر لگائی کہ فاتح کے مالکان سے مدیر اعلیٰ اور مدیر منتظم کے اختلافات علیحدگی کا فیصلہ" مقامی ہفت روزہ فاتح کے مدیر اعلیٰ ثروت جمال اصمعی اور مدیر منتظم محمود احمد خان نے فاتح کے مالکان سے اختلافات کے بعد پرچے سے علیحدگی اختیار کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ یہ اختلافات نوزائیدہ پرچے کی پالیسی اور انتظامی و مالی امور سے متعلق تھے۔ تاہم دونوں افراد کی جانب سے علیحدگی کے فیصلے کا باقاعدہ اعلان ابھی تک نہیں کیا گیا ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ ثروت جمال اصمعی اور محمود احمد خان فاتح کے مالکان کے خلاف کورٹ سے رجوع کرنے پر بھی غور کررہے ہیں۔ واضح رہے کہ مذکورہ ہفت روزہ کے اب تک صرف نصف درجن شمارے مارکیٹ میں آئے ہیں"۔

اور بالآخر اس خبر نے جلد ہی حقیقت کا رخ اختیار کرلیا۔ تکبیر کے سابقہ مدیر اعلیٰ اور فاتح کے حالیہ مدیر اعلیٰ ثروت جمال اصمعی اور مدیر منتظم محمود احمد خان نے فاتح سے علیحدگی اختیار کرلی۔ محمد صلاح الدین شہید کے دوست رفقاء تربیت شدہ کارکنان پر مشتمل تکبیر کی

روزنامہ امت کراچی (۸) ۸ ر نومبر ۱۹۹۹ء

فاتح کے مالکان سے مدیر اعلیٰ اور مدیر منتظم کے اختلافات علیحدگی کا فیصلہ

کراچی (اسٹاف رپورٹر) مقامی ہفت روزہ فاتح کے مدیر اعلیٰ ثروت جمال اصمعی اور مدیر منتظم محمود احمد خان نے فاتح کے مالکان

باقی صفحہ 7 کالم 4 پر

بقیہ فاتح / اختلافات

سے اختلافات کے بعد پرچے سے علیحدگی اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ یہ اختلافات نوزائیدہ پرچے کی پالیسی اور انتظامی و مالی امور سے متعلق تھے۔ تاہم دونوں افراد کی جانب سے علیحدگی کے فیصلے کا باقاعدہ اعلان ابھی تک نہیں کیا گیا ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ ثروت جمال اصمعی اور محمود احمد خان فاتح کے مالکان کے خلاف کورٹ سے رجوع کرنے پر بھی غور کر رہے ہیں۔ واضح رہے کہ مذکورہ ہفت روزہ کے اب تک صرف نصف درجن شمارے مارکیٹ میں آئے ہیں۔

تکبیر کے سابق مدیر اعلیٰ ثروت جمال اصمعی کی ”فاتح“ کی انتظامیہ سے اختلافات کی خبر

وہ ٹیم جو مفادات، مصلحتوں و مجبوریوں کے ہاتھ بکھر کر رہ گئی اور جن کی آستینیں اخلاق کے خون سے رنگین تھی ان کے کریہہ چہرے پر دینداری اخلاق، نظریے اور اسلام کی پہچان رکھنے والوں نے یوں سایہ کر رکھا ہے کہ پہچان مشکل ہے۔

یہ مفاد پرست لوگ جو اپنے ذاتی مفاد کے لیے اداروں کو تباہ برباد کر دیتے ہیں۔ یہ ہر جگہ پائے جاتے ہیں یہ لوگ بہت جلد ملک دشمن، اسلام دشمن قوتوں کے ہاتھوں آلہ کار بن جاتے ہیں۔ ایسی کالی بھیڑیں سیاست، معیشت اور صحافت کے بعد قانون نافذ کرنے والے اداروں اور ایجنسیوں میں بھی سرایت کر گئی ہیں جو یکے بعد دیگرے ملک میں اداروں کو تباہ کرنے میں مصروف کار ہیں۔ نظریاتی، اصولی صحافت کے علمبردار ہفت روزہ تکبیر نے اپنی ساکھ، اپنی پہچان اور مرتبہ کھو دیا۔

بچ جانے والی ''امت'' آج جس ڈگر پر چل رہی ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ (اکتوبر 1999ء)

یہ ابتدائیہ اور یہ کتاب اکتوبر ۱۹۹۹ء میں مکمل طور پر لکھ لی گئی تھی اور یہ ارادہ تھا کہ تاریخ کی درستگی کے لیے اس قولی و قلمی شہادت کو شائع کریں گے لیکن کچھ نادیدہ کرم فرماؤں کی وجہ سے ہمیں یہ فیصلہ 12 سال بعد ہی کیوں کرنا پڑا؟ جس کی تفصیل اور جواب آپ حکیم سید نصیر الدین کے پیش لفظ میں پڑھیں گے (مورخہ ۱۰ مارچ ۲۰۱۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

”پروردگار میرا سینہ کھول دے اور میرے کام کو میرے لیے آسان کردے اور میری زبان کی گرہ سلجھا دے
تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں“ (ترجمہ سورۃ طٰہٰ، آیت نمبر ۲۵-۲۶-۲۷)

پیش لفظ

میرے ہاتھوں کو یہ جاننے کا حق ہے

کیوں برسوں سے خالی پڑے ہیں، انہیں آج بھی کام نہیں ہے

ڈیجیٹل کتاب شہادت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ کتاب کیوں اور کن حالات میں لکھی گئی؟ اس کے لیے مجھے کیا قربانی دینا پڑی میں اور میری فیملی نے کس طرح سفر کیا؟ میری زندگی کے 12 قیمتی سالوں کو کس طرح آسرے کے ساتھ ضائع کرایا گیا۔ اس پوری سچائی کو سامنے لانے کے لیے میں نے یہ پیش لفظ اتنی تفصیل سے لکھا ہے جس کا عنوان ہے ”میرے ہاتھوں کو یہ جاننے کا حق ہے“ پیش لفظ میں بیان کردہ حالات، واقعات اور حقائق کا غیر جانبدارانہ مطالعہ ہی آپ کو یہ آگہی دے گا کہ میرا قصور کیا تھا؟ میں نے کیا جرم کیا ہے جس کی مجھے آج بھی سزا دی جا رہی ہے۔ میرے لیے روزگار کے دروازے بند ہیں اور مجھے گزشتہ 12 سال سے ریٹائرمنٹ کی زندگی گزارنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ سچائی کا کھوج لگانا اور اسے سب کے سامنے لانا اس راستے کا میں تنہا مسافر نہیں

اس راہ پر میرے رہنما مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، حکیم محمد سعید شہیدؒ، محمد صلاح الدین شہیدؒ، علامہ اقبالؒ اور اسلامی جمعیت طلبہ کے وہ درس قرآن تھے جنہوں نے مجھے سچ اور حق بات کہنے کی راہ دکھائی۔ ہمدرد طبیہ کالج سے میں نے طب کی تعلیم مکمل کی، اس وقت یونانی طریقہ علاج معروف تو تھا لیکن اس شعبہ میں انقلابی تبدیلیاں نہیں آئیں تھیں ہمدرد کے فارغ التحصیل صرف مطب کھولنے یا کسی ہربل ادارے میں ملازمت تک محدود تھے۔ میرے ذہن نے مطب کھولنے یا کہیں ملازمت کرنے کے بجائے ہربل ادویہ کی تیاری اور سپلائی کی منصوبہ سازی کی مگر اس کے لئے ٹھیک ٹھاک سرمائے کی ضرورت تھی لہذا میں اس کے لیے روزنامہ اعلان کے شعبہ اشتہارات کے سپلیمنٹ کے شعبہ سے منسلک ہوگیا چونکہ میں اس وقت جمعیت کا سرگرم کارکن تھا لہذا یار دوستوں نے شرم دلائی کہ جمعیت کے کارکن ہو کر پیپلز پارٹی کے اخبار کو اشتہارات کے ذریعہ مضبوط کر رہے ہو، بات مجھے مناسب لگی لہذا میں جسارت اخبار سے منسلک ہوگیا۔ بات میں ان کے وزن تھا میں نے اپنا قبلہ درست کرلیا لیکن بعد میں جمعیت، جماعت اسلامی کے یہی افراد پیپلز پارٹی اور متحدہ قومی موومنٹ کے ساتھ شیر و شکر رہے۔ بقول اقبالؒ ہر کوئی مست مئے ذوقِ تن آسانی ہے، تم مسلماں ہو؟ یہ انداز مسلمانی ہے؟ یہاں سلمان شاہ رخ صاحب کی سرپرستی میں طب اسلامی پر ایک بہترین سپلیمنٹ کا اجراء ہوا یہ 1989ء کی بات ہے جب پیپلز پارٹی کی حکومت تھی جسارت میں سرکاری اشتہارات کا داخلہ بند تھا۔ اس وقت کے منتظم حکیم ذاکر علی نے سپلیمنٹ کی پذیرائی کی۔ اس دور میں جسارت اخبار بھی ایک انقلابی تبدیلی سے گزر رہا تھا یہاں کے مستقل ملازمین کو فارغ کردیا گیا اور جسارت

HAMDARD TIBBI COLLEGE

ہمدرد طبی کالج

Phone ٦١١٣٦٢

۳ ۔ ایف ۔ ۱۱/۱ ۔ ناظم آباد ۔ کراچی

حوالہ نمبر ۸۰۳

مورخہ ۳/جولائی سنہ ۱۹۹۱ء

حکیم سید منصور الدین صاحب ہمدرد طبی کالج کے ایک
ہونہار اور ذہین طالبعلم رہے ہیں ۔ انکی سرگرمیاں
تدریسی و ادبی دونوں میدانوں میں قابل قدر رہی ہیں ۔
کالج میگزین " نوائے زندگی " کے سلسلے میں بہ حیثیت
ناظم اشتہارات انکی کوششیں اور جانفشانی قابل تعریف
رہی ہیں ۔
ہماری دعا ہے کہ یہ اپنی عملی زندگی میں بھی نمایاں
خدمات سر انجام دیں اور اللہ تعالی انہیں کامیابیاں نصیب
فرمائے ۔ آمین ۔

مخلص

ڈاکٹر میجر غلام حیدر خان نیازی
ایم ۔ بی ۔ بی ۔ ایس (پنجاب) ڈی ۔ پی ۔ ایچ (لندن)
پرنسپل ، ہمدرد طبی کالج ۔ کراچی

زمانہ طالب علمی میں ہمدرد طبیہ کالج کی طرف
سے اچھی کارکردگی پر سرٹیفکٹ

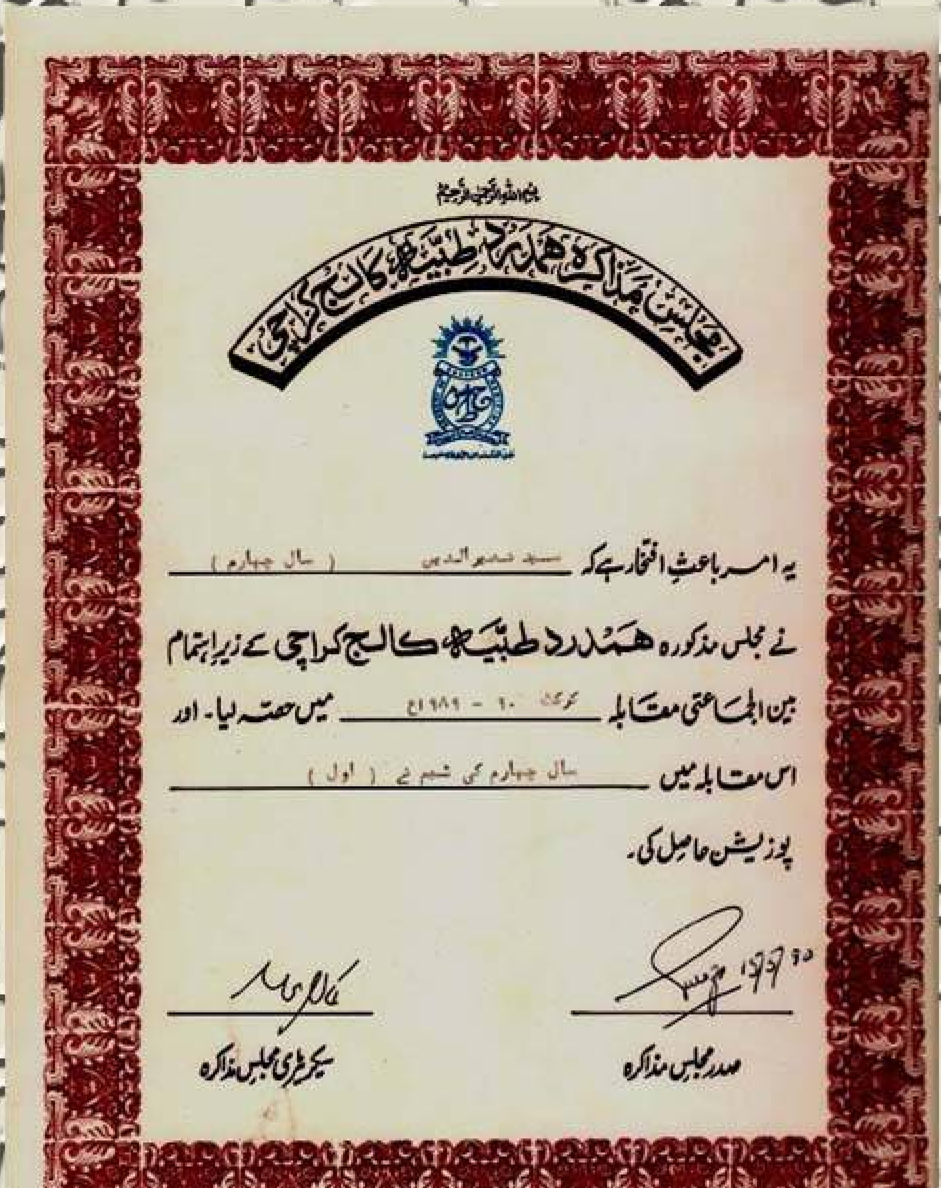

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجلس مذاکرہ ہمدرد طبیہ کالج کراچی

یہ امر باعثِ افتخار ہے کہ سید [illegible] الدین (سال چہارم)

نے مجلس مذکورہ ہمدرد طبیہ کالج کراچی کے زیرِ اہتمام

بین الجماعتی مقابلہ کرکٹ ۹۰ - ۱۹۸۹ء میں حصہ لیا۔ اور

اس مقابلہ میں سال چہارم کی ٹیم نے (اول)

پوزیشن حاصل کی۔

۱۹۹۰

سیکرٹری مجلس مذاکرہ | صدر مجلس مذاکرہ

اسپورٹس میں کرکٹ کا سرٹیفکٹ

پیر کی وجہ سے مجھے رنر دیا جاتا تھا

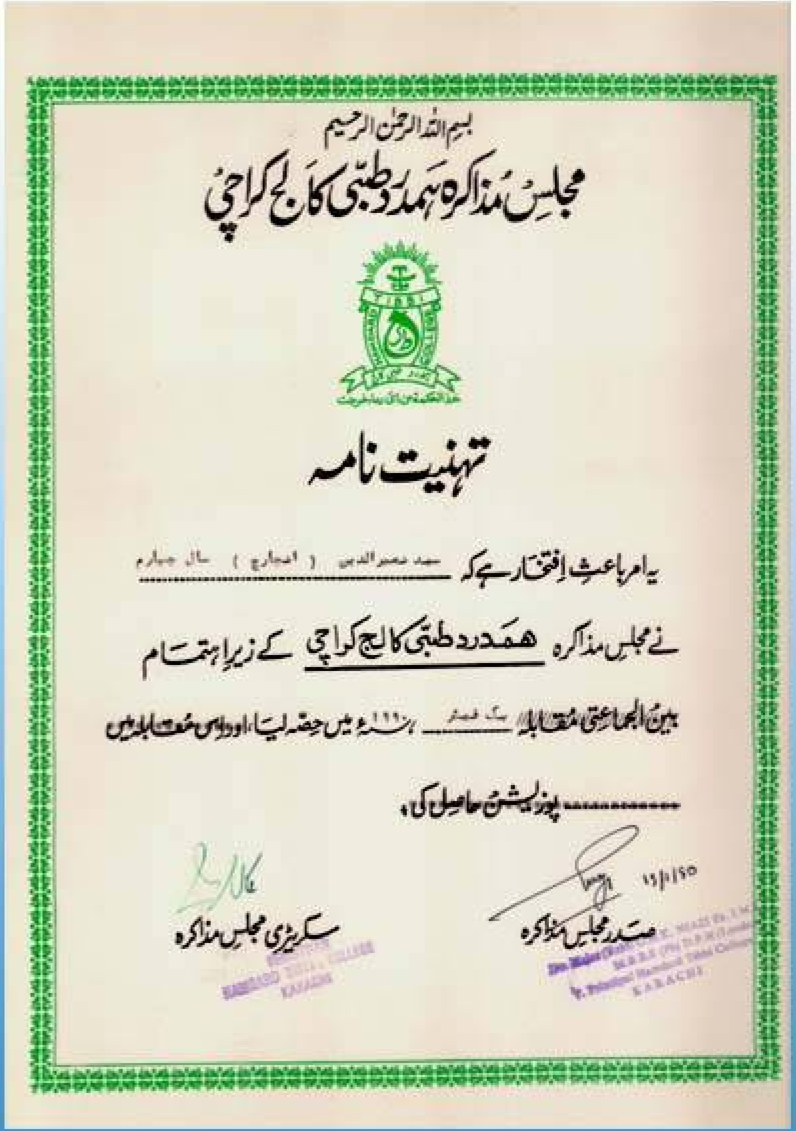

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجلسِ مذاکرہ ہمدرد طبّی کالج کراچی

تہنیت نامہ

یہ امر باعثِ افتخار ہے کہ سید نصیر الدین (انچارج) سال چہارم

نے مجلس مذاکرہ ہمدرد طبّی کالج کراچی کے زیرِ اہتمام

بین الجماعتی مقابلہ بک فیئر ۱۹۹۰ء میں حصہ لیا اور اس مقابلہ میں

.... پوزیشن حاصل کی۔

۱۹/۱/۹۰

سکریٹری مجلس مذاکرہ | صدر مجلس مذاکرہ

HAMDARD TIBBIA COLLEGE KARACHI

Principal Hamdard Tibbi College KARACHI

ہمدرد طبیہ کالج بک فیئر کا انعقاد پر تعریفی سند

ہمدرد طبّی کالج کا بک فیئر

رپورٹ: سید محمد نور الحسن

بک فیئر کے ایک اسٹال کا منظر

دیکھنے میں تو یہ دونوں کارٹون بظاہر ایک جیسے ہیں۔

ہمدرد طبیہ کالج کی تاریخ میں پہلی مرتبہ بک فیئر کا انعقاد

۱۹۸۹ء دور طالب علمی میں جسارت کا وہ سپلیمنٹ جس سے اپنے کیریئر کا آغاز کیا

کا انتظام معظم علی قادری نے سنبھال لیا، معظم علی قادری نے جسارت کے شعبہ بزنس کو منظم کیا اور مجھے مزید مواقع فراہم کیے۔ ان ہی دنوں ابراہیم فہمی جو جسارت کے شعبہ اکاؤنٹ کے کارکن تھے ان کو بزنس منیجر جسارت مقرر کیا گیا۔ ابراہیم فہمی سے میرے اختلافات کی بڑی وجہ جماعت اسلامی تھی۔ میں بے شک جمعیت کا کارکن تھا نظریہ اسلام اور فلسفہ مودودیؒ کا پیروکار تھا لیکن تکبیر کے قاری ہونے کی وجہ سے میں موجودہ جماعت اسلامی کے سیٹ اپ سے چند فروعی اختلافات رکھتا تھا۔ یہ بات ابراہیم فہمی بھی جانتے تھے کیونکہ وہ اس وقت جماعت کے کارکن تھے بعد میں وہ جماعت کے رکن بھی بنے۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود معظم علی قادری مجھ پر بے حد اعتماد کرتے تھے اور جسارت کو ترقی دینے کے لیے وہ شعبہ اشتہارات کی ایک ٹیم بنانے کے لئے بھی کوشاں تھے۔ اسی دوران میں نے اپنے بڑے بھائی سید اصغر عباس ہاشمی کو جو ان دونوں بے روزگار تھے معظم علی قادری سے متعارف کرایا اور ان کے لئے جسارت میں جیک، کا کردار ادا کیا سید اصغر عباس ہاشمی کامرس میں گریجویٹ تھے اس لئے معظم علی قادری کا خیال تھا کہ انہیں بہتر پوزیشن دی جائے مگر پہلے کام کی رفتار دیکھی جائے۔ میں نے سید اصغر عباس ہاشمی کے لیے اپنے سپلیمنٹ پر ان کا نام دیا اور انہیں کام کی ابتدائی باتیں سکھائیں۔ اس طرح سید اصغر عباس ہاشمی روزنامہ جسارت میں فٹ ہو گئے۔ ۱۹۸۹ء میں جسارت مالی بدحالی کا شکار تھا۔ سپلیمنٹ و اشتہارات کا کمیشن وقت پر نہیں مل رہا تھا۔ فیملی نہ ہونے اور مجرد زندگی گزارنے کی وجہ سے گزارہ تو چل رہا تھا مگر میرے ذہن میں ہربل میڈیسن کے کاروبار کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جلد رقم اکٹھا کرنے کا جو منصوبہ تھا وہ کھٹائی میں پڑتا دکھائی

جسارت

The Daily Jasarat

3RD FLOOR, EVEREADY CHAMBERS MOHAMMAD BIN QASIM ROAD, OFF. I.I. CHUNDRIGAR ROAD, KARACHI, PHONE: PABX 210381-2
Advt. 213169
Editorial 211564
Finance & Circulation 216728
TELEX NO. JSRT 25035 PK

Department ______
Ref. ______
Dated: 1989 ـ 10 ـ 17

جناب سید نصیرالدین صاحب
ہمدرد طبی کالج
کراچی

مکرمی !

السلام علیکم

آپ نے روزنامہ جسارت کراچی کے طب سپلیمنٹ کے لئے جس محنت اور جانفشانی سے کام کیا ہے۔ ادارہ اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ آپکے اشتراک سے شائع ہونے والا یہ سپلیمنٹ جس امید ہے طب کے طالبعلموں میں بہت مقبول ہوگا۔

ادارہ کو یقین ہے کہ آئندہ بھی آپ اپنی ادبی سرگرمیاں جاری رکھیں گے اور آپ کا کالج بھی آپکے اس سپلیمنٹ سے مستفید ہوتا رہے گا۔

مخلص

([illegible])

اچھی کارکردگی پر روزنامہ جسارت کی طرف سے تعریفی سند

جسارت

The Daily Jasarat

3RD FLOOR, EVEREADY CHAMBERS MOHAMMED BIN QASIM ROAD OFF. I.I. CHUNDRIGAR ROAD KARACHI PHONE: PABX 21 03 81 -
Advt 21 31
Editor 21 18
Finance 21 87

Department ______
Ref. ______
Dated: ______

January 19, 1992

TO WHOM IT MAY CONCERN

This is to certify that Mr. Syed Naseeruddin S/o Syed Irshad Hussain has worked in this organisation from 6th August 1989 to 10th July 1991 as Advertising Representative. During his tenure, we found him active, sincere, honest and devoted to work. He successfully arranged supplements on many topics. We enjoyed his full cooperation during his work with us. He left us on his on accord. We wish him a better prospect in his future life.

(M. A. QADRI)
Chief Executive

روزنامہ جسارت کے شعبہ اشتہارات میں کام کرنے پر سرٹیفکیٹ

دے رہا تھا۔ ان ہی دنوں قومی اخبار کے بزنس منیجر شمیم سے ملاقات ہوئی جو قومی اخبار میں بزنس منیجر تھے قومی اخبار میں کام کرنے کی آفر کی لیکن دل نہیں مان رہا تھا۔ قومی اخبار ایم کیو ایم کو سپورٹ کرتا تھا۔ جمعیت، جماعت اور پھر تکبیر کا قاری ہونے کی وجہ سے مجھے وہاں کام کرتے ہوئے اجنبیت کا احساس ہوتا ''کعبہ میرے پیچھے کلیسا میرے آگے'' ۔ قومی اخبار میں، میں نے اور میرے بھائی سید اصغر عباس ہاشمی نے بہت تھوڑے عرصہ کام کیا یہاں بھی وقت پر کمیشن نہ دینا، ان ہی دنوں ابراہیم فہمی نے مجھے بطور طنز ایک مشورہ دیا کہ ''تم تکبیر کی زبان استعمال کرتے ہو تکبیر کے لئے اشتہارات پر کام کیوں نہیں کرتے تمہارے سابق باس سلمان شاہ رخ بھی وہاں ہیں اور تمہیں یاد بھی کرتے ہیں'' ۔ میں نے اس مشورے پر فوراً عمل کیا، اس وقت جسارت پر میرا کمیشن رہتا تھا اس کی ادائیگی نہیں ہوئی لیکن مجھے شکایت نہیں کیونکہ جسارت اس وقت بھی میرا اخبار تھا اور آج بھی ہے اس اخبار نے اشتہارات کی فیلڈ میں مجھے نام دیا۔ میری تربیت کی۔ جسارت نے جب میری اعزازی کاپی بند کی اُس وقت بھی میرے گھر میں جسارت پابندی سے آتا رہا گو کہ میرے گھر میں جماعت کے نظریات کا کوئی بھی حامی نہیں تھا۔ تکبیر میں شمولیت اختیار کرنے کے بعد سلمان شاہ رخ کی بات بالکل درست ثابت ہوتی کہ کمیشن یا اشتہارات و سپلیمنٹ و دیگر مراعات کے معاملے میں مجھے محمد صلاح الدین کی شہادت تک کبھی مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ بلکہ ایک دفعہ ایک سپلیمنٹ کراچی کے حالات کی وجہ سے مسلسل دو شمارے شائع نہ ہو سکا میں نے محمد صلاح الدین صاحب سے شکایت کی کہ میرا ایک سپلیمنٹ مکمل ہے مگر شائع نہیں ہو رہا لہذا میری رقم رک گئی تو انہوں نے فوراً کہا کہ

قومی اخبار

Daily **QAUMI AKHBAR** Karachi

14.5.1990

TO WHOM IT MAY CONCERN

Mr. S. Naseer-uddin S/o Mr. Irshad Hussain residence No.24-A, Allah Noor Apartments, Gulshan-e-Iqbal Block No.7, Karachi has been assigned to bring out a special Supplement on Education for daily Qaumi Akhbar, Karachi. He is also authorised to collect payment against the advertisements to be published in the above proposed Supplement through crossed cheques in the name of daily Qaumi Akhbar, Karachi for further enquiries for advertisement may directly contact to the office of Qaumi Akhbar at Telephone No.211071. We oblige you,

Thanking you,

([illegible] AHMED QURAISHI)
ADVERTISEMENT MANAGER

14, Ramzan Chambers, Dr. Bilmoria Street, off I.I. Chundrigar Road, Karachi. Pakistan.Ph: 211071, 211072, 214426, 215244

روزنامہ قومی اخبار کے سپلیمنٹ اور معاہدہ کا عکس

میں اکاوئنٹ ڈیپارٹمنٹ کوفون کرتا ہوں کہ آپ اپنی رقم ایڈوانس وصول کرلیں مگر میں نے کہا مجھے ایڈوانس سے زیادہ کام کی فکر ہے
محمد صلاح الدین کے بے داغ ماضی بے باک تجزیہ۔ اسلامی نظریاتی افکار پر عمل پیرا دو ہی شخصیات تھیں ایک محمد صلاح الدینؒ اور حکیم
محمد سعیدؒ، میں نے اپنی زندگی اپنے خیالات پر ان دو شخصیات کو بہت غالب محسوس کیا۔ میں اُس وقت بھی یہ سمجھتا تھا اور آج بھی یہ
سمجھتا ہوں کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے بعد اسلامی نظریاتی افکار پر عمل پیرا یہی دو شخصیات تھیں۔ اگر یہ دونوں شخصیت آج زندہ
ہوتیں تو لیڈرشپ کا فقدان نہ ہوتا۔ میں نے تکبیر کے شعبہ، اشتہارات سے منسلک ہو کر کراچی، لاہور اور اسلام آباد پشاور جیسے شہروں
سے ہفت روزہ تکبیر کے مختلف سپلیمنٹ ترتیب دیے اس کے بعد ہی تکبیر کے شعبہ اشتہارات کو اس بات کا خیال آیا کہ ملک کے مختلف
شہروں سے بھی بزنس کا حصول ممکن ہے۔ پھر تکبیر کے بیورو آفس میں کاروباری نمائندے رکھے گئے۔ سلمان شاہ رخ نے پنجاب و
آزاد کشمیر کے لئے کاروباری نمائندوں کے لئے تکبیر میں اشتہار دیا اس وقت میں نے سلمان شاہ رخ سے اپنے بھائی سید اصغر عباس
ہاشمی کے لئے بات کی، پنجاب سے سپلیمنٹ نکال کر وہاں کی زمین میں پہلے ہی نرم کر چکا تھا لہذا بھائی سید اصغر عباس ہاشمی کی تقرری
میرے لئے خوشی کا سبب ہوتی، میں نے یہاں بھی سید اصغر عباس ہاشمی کے لئے اپنے سپلیمنٹ میں اپنے نام کے بجائے بھائی سید
اصغر عباس ہاشمی کا نام دیا اور جس حد تک تعاون کر سکتا تھا کیا تا کہ وہ سیٹ ہو جائیں میری کوششیں اور ان کی محنت رنگ لائی جلد ہی
سید اصغر عباس ہاشمی نے پنجاب و آزاد کشمیر سے بزنس حاصل کرنے کا گراف بڑھانا شروع کر دیا۔ اب تکبیر میں تقریباً ہر ماہ میرا یا سید

اصغر عباس ہاشمی کا سپلیمنٹ ہوتا۔ جن دنوں میں تکبیر کے اسکول سپلیمنٹ پر کام کر رہا تھا میرا رابطہ زہیر مصطفیٰ سید سے ہوا۔ زہیر مصطفیٰ سید صاحب لیاقت آباد جیسے علاقہ میں اپنا اسکول چلا رہے تھے۔ بنوری ٹاؤن کے فارغ التحصیل لیبا میں سفارتی اتاشی ہونے کے ساتھ سعودی قونصلیٹ میں بھی خدمات انجام دے چکے تھے علمی وادبی شخصیت ہونے کے ساتھ سیاست پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔ زہیر مصطفیٰ سید اور ان کی اہلیہ عنیزہ صدیقی میرے دوست حکم سعادت ابراہیم کی کزن بھی تھیں۔ زہیر مصطفیٰ سید کے ایک ہم زلف سید معین عباس مدنی بھی میرے دوست اور تکبیر کے کلائنڈ تھے۔ زہیر مصطفیٰ سید سے دوستی کا سلسلہ شروع ہوا تو طویل نشستوں کا سلسلہ بھی چلا علمی وادبی موضوعات پر سیر حاصل گفتگو ہوتی ویسے بھی فارغ اوقات میں لائبریری۔ میں وقت گزارنا میرا پسندیدہ مشغلہ ہوتا تھا زہیر مصطفیٰ سید صاحب کی شخصیت اور صحبت کسی لائبریری سے کم نہ تھی۔ زہیر مصطفیٰ سید کے مشورے پر میں نے آغا شورش کاشمیری ابوالکلام آزاد کی بھی کتابوں کا مطالعہ کیا، تکبیر جوائن کرنے سے قبل جماعت اسلامی سے میرے فروعی اختلافات تھے یا تکبیر کا قاری ہونے کے ناطے میرا ایک ذہن بنا ہوا تھا لیکن زہیر مصطفیٰ سید سے ملاقات اور نشستوں کے بعد اس اختلاف کو ہوا ملی، زہیر مصطفیٰ سید نے چنگاری کو شعلہ بنایا۔ میرے خیالات ونظریات پر زہیر مصطفیٰ سید کا رنگ غالب آنے لگا۔ ان ہی دنوں مجھے لاہور منصورہ جماعت اسلامی سپلیمنٹ کیلئے کام کرنے جانا پڑا وہاں کا ماحول اور اراکین کی منافقت دیکھ کر شرم آئی اور محسوس ہوا کہ کہاں جمعیت کے درس قرآن تربیت اور کہاں یہ جماعت اسلامی کے اراکین اس دوران نصر اللہ غلزئی جو تکبیر کے لاہور بیورو چیف

تھے۔جن کا گزشتہ دنوں انتقال ہوا ہے۔مرحوم کہ بقول مولانا مودودیؒ کے وقت پورے پاکستان میں صرف ایک ہزار رکن جماعت
تھے اور پورے پاکستان کی سیاست پر جماعت بھاری تھی۔مگر آج دس ہزار سے زیادہ رکن جماعت ہیں مگر منصورہ سے باہر نہیں نکلتے۔
اس دوران منصورہ لاہور میں نعیم صدیقی صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ان کے بقول بھی موجودہ قیادت نے جماعت
اسلامی کو تباہ کر دیا ہے کردار کے نہیں گفتار کے رکن بنائے جا رہے ہیں۔بہر حال زہیر مصطفیٰ سید سے جماعت اسلامی سمیت دیگر
جماعتوں اور ایجنسیوں کی سیاست پر کافی گفتگو رہتی تھی۔اس دوران ان سے یہ بات ہوئی کہ ہماری سیاسی پارٹیوں میں منافقت
بہت زیادہ ہے۔دوران گفتگو اس خیال پر بات ہوئی کہ تحریکیں چلتی ہیں۔عوام مرتی ہے۔لیڈر عیش کرتے ہیں۔لہذا لاشوں کی
سیاست پر کوئی کتاب لکھی جائے اور اس کو عوام تک پہنچایا جائے تاکہ تحریک کے بعد لیڈر اس بات کے پابند ہوں کہ جن نکات پر
تحریک چلے اس کو نافذ کیا جائے۔صرف بھٹو کو پھانسی دینے تک پابند نہ ہوں۔پھر ساتھ میں اسلامی نظام بھی نافذ کیا جائے۔مختلف
اخبارات میں کام کرنے کی وجہ سے مجھے اب صحافت کا بھی شوق ہو گیا۔اس فیلڈ سے بھی تعلق رکھنا چاہتا تھا۔1993ء میں جہاد کے
موضوع پر ایک پرچہ پنڈی سے شائع ہوتا تھا جہاد کشمیر اس کا میں بیورو چیف بن گیا۔سید اصغر عباس ہاشمی نے مجھے یہاں متعارف
کرایا تھا کیونکہ شاید بحیثیت تکبیر کے نمائندے کے میرا بار بار لاہور جانا ان کے لئے مسئلہ بنتا تھا۔بہر حال میں نے جہاد کشمیر کے لئے
اشتہارات اور رپورٹنگ شروع کر دی۔ایگریمنٹ میں جہاد کشمیر کی انتظامیہ نے مجھے کمیشن و دیگر مراعات کے حساب سے

خاصا پرکشش پیکیج دیا تھا۔ چالیس پرسنٹ اشتہارات پر میرا کمیشن تھا۔ دفتر فون، فیکس میں نے اس پیکیج کو سامنے رکھتے ہوئے محنت اور ایمانداری کے ساتھ اپنی کوشش شروع کی پشاور میں مسلم ایڈ انٹرنیشنل سے میں نے پانچ لاکھ کا بزنس لیا اس طرح کراچی سے میں نے دو تین پارٹیوں سے تین چار لاکھ کے معاہدے کیے یہ تقریباً دس بارہ لاکھ کے ریلیز آرڈر جمع ہو گئے۔ تقریباً اس طرح میرا کمیشن ہی چار لاکھ بن گیا گو کہ یہ ساری رقم مجھے تنہا نہیں ملنی تھی۔ میرے اخراجات کے علاوہ میں نے ایک اور ساتھی خالد مقبول کو 30 فیصد پر رکھا ہوا تھا۔ مجھے ان کو بھی ادائیگی کرنی تھی۔ اس وقت پندرہ روزہ جہاد کشمیر کی انتظامیہ کو یہ بات بری لگی یہ کمیشن بہت زیادہ ہے۔ ان کی نیت میں فتور آنا شروع ہو گیا۔ دیگر یہ کہ کراچی سے کچھ جماعتی ساتھیوں نے شکایت کی یہ کسی قسم کا آدمی رکھا ہے۔ موجودہ جماعت اسلامی کے بارے میں رائے قائم کرتے ہوئے اقبال کا شعر پڑھتا ہے کہ گرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں، مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ پھر پندرہ روزہ جہاد کشمیر کی انتظامیہ نے پنجاب میں دو افراد اشتہارات کے لیے رکھ لیے میں بحیثیت بیورو چیف کے انہیں رپورٹس بھی ارسال کرنے لگا تھا۔ لیکن پھر کمیشن پر ہونے والی تلخی کی وجہ سے میں نے معذرت کر لی ان کے دفتر کا جو فرنیچر تھا۔ اسے فروخت کر کے رقم ان کو ارسال کر دی۔ میرا جتنا کمیشن ان پر واجب الادہ تھا۔ وہ میں نے کلائینڈ سے ملنے والی رقم میں سے منہا کر کے انہیں ارسال کر دیا۔ لیکن بعد میں اسے اشو بنا کر مجھے تنگ کیا گیا۔ بہر کیف یہ معاملہ اس وقت ختم ہو گیا۔ مگر 6 سال کے بعد جب رفیق افغان اور ثروت جمال اصمعی کی جنگ میں میری اہلیہ ملکہ افروز روہیلہ نے ثروت جمال اصمعی کا ساتھ

دیا۔ اس وقت اس فائیل کو پندرہ روزہ جہاد کشمیر انتظامیہ نے دوبارہ کھول کر مجھ پر نفسیاتی دباؤ ڈالا مگر جب میں نے قانونی چارجوئی کی ٹھان لی چونکہ میرے پاس تمام ثبوت موجود ہیں۔ میں نے ایک پائی کی بھی زائد کمیشن یا کسی اور مد میں رقم نہیں لی۔ جلد ہی انہیں اس بات کا احساس ہوگیا۔ میں نے بے ایمانی یا بددیانتی نہیں کی ہے تو اس طرح یہ معاملہ سلجھ گیا۔ بہر حال پندرہ روزہ جہاد کشمیر سے مکمل فارغ ہو کر میں نے محمد صلاح الدین صاحب سے درخواست کی کہ میں رپورٹنگ کی طرف آنا چاہتا ہوں۔ آپ اس سلسلے میں میری رہنمائی فرمائیں۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ محمد صلاح الدینؒ وہ شخصیت تھی۔ جس میں مجھے سیرت محمد ﷺ کی واضح شباہت نظر آتی ہے۔ نرم دم گفتگو انہوں نے انکار کے بجائے میری حوصلہ افزائی کی۔ میں نے یہ بھی کہا کہ میں یہ رپورٹس فری آف کاسٹ دینا چاہتا ہوں لیکن انہوں نے کہا کہ ہمارے ادارے کا یہ اصول ہے کہ ہم فری لانس جرنلسٹ کو جو مخصوص مشاہرہ دیا جاتا ہے۔ وہ آپ کو بھی ملے گا۔ میں نے تکبیر کو رپورٹ دینا شروع کیں بعد میں میرے اوپر ایک الزام یہ بھی شادی کے بعد لگایا جاتا ہے کہ میں اپنی اہلیہ سے رپورٹس لکھواتا ہوں حالانکہ تکبیر کی فائلیں گواہ ہیں کہ محمد صلاح الدینؒ کی زندگی میں میری کافی رپورٹس تکبیر ٹائیٹل اسٹوری کے ساتھ شائع ہوئیں۔ جب تو ملک افروز روہیلہ سے میرا تعلق تو دور کی بات سلام دعا تک نہ تھی۔ ہم ایک ادارے میں کام کرتے ہوئے ایک دوسرے کے لئے اجنبی تھے۔ دراصل اس طرح کے الزامات لگانے کا مقصد ایک شخص کی صلاحیتوں سے انکار کرکے اسے پیچھے دھکیلنا مقصد ہوتا ہے۔ ہاں اگر وہ کسی نادیدہ قوت کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر چلے تو اس کی اردو بھی درست نہ

محمد صلاح الدین شہید کی زندگی شائع ہونے والی پہلی ٹائیٹل اسٹوری

ہوتو بھی اردو اخبارات میں بہترین رپورٹر ہونے کے بعد کسی نیوز چینل پر نمودار ہوتے ہیں۔ بہرحال اس دوران زہیر مصطفیٰ سید سے ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں دواؤں کی مینوفیکچرنگ کی باتیں، سیاست پر بات ہوتی۔ اس دوران میں فاران کلب کا ممبر بنا تو زہیر مصطفیٰ سید نے بھی درخواست دی کہ ان کی درخواست پر اعتراض لگا کہ زیر غور ہے۔ جب میں نے بانی فاران کلب عبدالرحمٰن چھاپرا سے معلوم کیا۔ تو عبدالرحمٰن چھاپرا صاحب نے زم غصہ سے جواب دیا کہ یار حکیم صاحب آپ کے دوست تو قادیانی ہیں۔ ممبران میں کسی نے اعتراض کیا ہے۔ تو میں نے چھاپرا صاحب سے کہا کہ مجھے بھی کسی نے کہا تھا مگر میں نے زہیر مصطفیٰ سید سے تصدیق کی تو انہوں نے واضح کیا کہ اللہ کے بعد نبی حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی تسلیم کرتے ہیں۔ ہاں یہ بات الگ ہے کہ زہیر صاحب کے حلقہ احباب میں قادیانی بھی ہیں۔ پھر جماعت اسلامی کراچی کا فاران کلب پر قبضہ ہونے کے بعد زہیر مصطفیٰ سید کی رکنیت منظور ہوئی اور میری رکنیت کورٹ میں چیلنج کی گئی کیوں کہ ممبر شپ منظور ہونے کے بعد اس کے فارم پر دفتری اندراج نہیں ہوا تھا۔ زہیر مصطفیٰ سید سے ملاقات اور دوستی کافی وسیع ہوگئی تھی۔ فاران کلب، کشمیر سینٹر، آرٹس کونسل کے پروگرامات و دیگر شہر کراچی کی سماجی ادبی محفل میں ایک ساتھ ہوتے۔ میرے نظریات اور خیالات زہیر مصطفیٰ سید پر واضح ہونے شروع ہوگئے تھے۔ دینی جماعتیں بشمول جماعت اسلامی بہ ظاہر تو اسلام کیلئے کام کرتی ہیں مگر حالات اور کام کی رفتار سے بالکل واضح ہوتا ہے کہ عسکری طاقتوں کے زیر اثر رہتی ہیں۔ اور اس وقت زہیر مصطفیٰ سید نے مجھے ڈاکٹر غلام جیلانی برق اور ڈاکٹر پرویز کی کتاب کے مطالعہ کا مشورہ دیا۔ مگر کس

صدائے فاران

پھر شوق تماشا دے پھر ذوق تقاضا دے

صرف ممبران کے لئے

محدود اشاعت

فاران کلب انٹرنیشنل اور اس کی شاخوں کی سرگرمیوں کا ترجمان

شمارہ مئی، جون ۱۹۹۵ء

Faran Club International

فاران کلب انٹرنیشنل

رکنیت نمبر : L-912
نام : الیاس خاقانی
پیشہ : کاروبار
تعلیم : بی کام

رکنیت نمبر : L-918
نام : عبدالصمد قریشی
تعلیم : ایم اے، ایم ایڈ

رکنیت نمبر : L-913
نام : کرنل نثار احمد
پیشہ : ریٹائرڈ
تعلیم : بی اے

رکنیت نمبر : L-919
نام : حاجی عبدالغفار میمن
پیشہ : سرکاری ملازمت
تعلیم : بی اے

رکنیت نمبر : L-914
نام : امان اللہ خان درانی
پیشہ : ملازمت
تعلیم : بی کام

رکنیت نمبر : L-920
نام : عبدالرحیم سورتیا
پیشہ : اکاؤنٹ کمپنی سیکریٹری
تعلیم : A.C.A, A.C.M.A

رکنیت نمبر : L-915
نام : محمد مزمل حسین
پیشہ : کاروبار
تعلیم : ایم ایس سی
پتہ : C/22-25-L فیڈرل بی ایریا کراچی

رکنیت نمبر : L-916
نام : محمد صالح گوہا
پیشہ : ملازمت
تعلیم : بی کام

رکنیت نمبر : W-47
نام : محترمہ آمنہ خالد
پیشہ : امور خانہ داری
تعلیم : B.Ed., M.A.

رکنیت نمبر : L-922
نام : ایچ ایم شعیب

رکنیت نمبر : L-917
نام : محمد اسحاق
پیشہ : کاروبار
تعلیم : (A.C.B.T)

رکنیت نمبر : W-48
نام : محترمہ افروز اختر
پیشہ : امور خانہ داری

رکنیت نمبر : L-923
نام : سید زہیر مصطفیٰ
(رکنیت ابھی زیر غور ہے)

رکنیت نمبر : L-910
پیشہ : کاروبار
تعلیم : میٹرک

رکنیت نمبر : L-904
نام : جناب محمد انور علی صدیقی
پیشہ : پرائیویٹ سروس

رکنیت نمبر : L-900
نام : جناب ندیم اقبال (ایڈوکیٹ)
پیشہ : وکالت
تعلیم : بی اے، ایل ایل بی

رکنیت نمبر : L-911
نام : حکیم سید نصیر الدین
پیشہ : ایلوپیتھک حکمت
تعلیم : فاضل طب و جراحت

رکنیت نمبر : L-905

صدائے فاران کے اُس شمارے کا عکس جس میں زہیر مصطفیٰ سید کی رکنیت زیر غور اور سید نصیر الدین کی رکیعت منظور ہے

لئے؟؟؟ ایک بار میں نے یونہی ازراہ مذاق کہا کہ تکبیر میں موجود خواتین میں سے کسی ایک سے شادی کرلی جائے۔ تاکہ صحافت گھر
کی مالکن بن جائے مذاق میں کہی جانے والی یہ بات زہیر مصطفیٰ سید صاحب نے اتنی سنجیدگی سے لی کہ میری ملکہ کے ساتھ شادی
کی کوشش شروع کردی اور میرا ذہین بنانے لگے حالانکہ اس وقت جماعت اسلامی کی اُم زبیر آپا بہت شفیق خاتون تھیں وہ میرے اور
میرے بھائی سید اصغر اعباس ہاشمی کا رشتہ دینی گھرانوں میں کرنا چاہتی تھیں۔ میں نے زہیر مصطفیٰ سید سے ایک دفعہ ذکر کیا تو انہوں
نے فوراً جماعت کی خواتین کے حوالے سے گھرداری وسلیقہ مندی سے عاری گھرانے کا ایسا نقشہ پیش کیا کہ جس نے مجھے جماعت
میں رشتہ کرانے سے باز رکھا شادی کے حوالے سے انہوں نے میری برین واشنگ کی جس طرح جماعت کے خلاف انہوں نے
میرے خیالات کو ہوا دی اس طرح شادی کے حوالے سے انہوں نے مجھے جماعت کے گھرانوں سے دور کرتے ہوئے ملکہ افرور
کے لئے میرے آتش شوق کو بھڑکایا۔ یہاں تک کہ میرے خاندان میں پھوٹ پیدا ہوگئی۔ کہ میں ایک دینی اور باپردہ لڑکی سے شادی
کرنا چاہتا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میں نے زہیر مصطفیٰ سید کے سامنے اپنی ایک خواہش کا اظہار کیا تھا۔ جیسا کہ دوست کے
ساتھ ہوتا ہے۔ لیکن زہیر مصطفیٰ سید نے اس خواہش کو ایک مہم کی صورت میں میرے اندر اتار دیا۔ ملکہ افروز روہیلہ سے شادی میری
خواہش سے زیادہ میری ضد بن گئی۔ یقین کے ساتھ وہ یہ بات جانتے تھے۔ نوجوان شباب کی ابتدائی منزلوں پر ہے جب خواہ مخواہ
کچھ کرنے کو جی چاہتا ہے اور جی میں ہر وقت یہی خواہش تڑپتی تھی کہ سامنے جو قوت آئے تو اس سے بھڑ جاؤں اگر کوئی قوت سامنے

نہ آئے تو اُسے خود پیدا کیا جائے۔ میرے گھر کے حوالے سے یہ بات انہوں نے کہی کہ پورا گھرانہ اس شادی کا مخالف ہے۔ میری ماں اور سید اصغر عباس ہاشمی کو چھوڑ کر۔ میرے بڑے بھائی سید اصغر عباس ہاشمی جنہوں نے میرے بعد پاسبان میں شمولیت اختیار کی پھر جماعت کا لٹریچر پڑھا اور منصورہ کے پڑوس میں کچھ عرصہ رہائش پذیر رہے۔ مجھ سے کہا کہ بیوی اگر پردہ کرتی ہے تو جیٹھ وغیرہ سے بھی کرے گی۔ اور دیگر خاندان کے مردوں سے بھی کرے گی۔ چونکہ ہمارا گھرانہ موروثی مسلمان ہے لہذا یہ بات ناقابل برداشت ہوگئی کہ جیٹھ دیور چچاؤں سے بھی پردہ ہو۔ لیکن ان کے اس مشورے نے کہ میں بھی کراؤں گا آپ بھی کرائیں۔ تاکہ ہمارے خاندان کے ماضی کی یہ مذہبی روایت پھر سے زندہ ہو سکے۔ بہر حال میں نے یہ قدم اٹھالیا۔ اور اپنی بیوی کو اپنے بھائیوں تک سے پردے پر مجبور کر دیا۔ معلوم نہیں کہ سید اصغر عباس ہاشمی نے یہ مشورہ کس تناظر میں دیا تھا مگر آگے جو حالات پیش آئے ان میں اگر دیکھا جائے تو یہ سب کچھ کر کے میرے لئے کوئی جائے پناہ نہ رہی تھی۔ بہر کیف پردے کی وجہ سے میں اپنے گھر خاندان اور برادری سے کٹ گیا۔ غالباً مجھے مستقبل میں تنہا کرنے کے لئے یہ پلاننگ برسوں پہلے کر لی گئی تھی۔ جبکہ میرے بھائی سید اصغر عباس ہاشمی کی شادی میری شادی کے دو سال بعد ہوگئی۔ اپنی بیوی کو پردہ کرانا تو دور کی بات پردے کے موضوع پر مولانا مودودیؒ کی کتاب بھی اپنی لائبریری سے نکال کر دی ہو۔ میری شادی کے حوالے سے ملک کے گھر والے بھی کچھ زیادہ مطمئن نہ تھے۔ مگر وہاں رفیق افغان نے کوشش کی اس لئے کہ وہاں محمد صلاح الدین کے داماد کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ بہر حال تین افراد کی کوشش جن میں میرے

بڑے بھائی سید اصغر عباس ہاشمی، زہیر مصطفیٰ سید اور مدیر منتظم رفیق افغان داماد محمد صلاح الدین شہید شامل ہیں۔ ملکہ افروز روہیلہ سے منگنی سے پہلے زہیر مصطفیٰ سید سے رفیق افغان کے موضوع پر بات ہوتی رہتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں محمد صلاح الدین شہید کے قاتل کے حوالے سے رفیق افغان پر شک تھا۔ تین واقعات ایسے بھیں ہیں جس سے مجھے بھی یہ شک پیدا ہوا تھا کہ اگر رفیق افغان خود محمد صلاح الدین (شہید) قتل کیس میں ملوث نہیں تو انہوں نے قاتلوں کو ضرور کور اپ فراہم کیا ہوا ہے۔ 1 رفیق افغان جب اکتوبر 1994 میں چھٹی پر چلے گئے تو ان کا اپنا دست راز محمد اکبر دفتر میں موجود تھا تو محمد شہاب صدیقی (تکبیر کے چیف اکاؤنٹ) نے محمد اکبر کو مذاق میں چھیڑا کہ تمھارے رفیق بھائی تو چلے گئے۔ اب تمہارا کیا ہوگا کالیا؟ چونکہ محمد اکبر اُس وقت ڈپریشن میں تھا محمد اکبر نے بڑے تلخ لہجے میں جواب دیا رفیق بھائی آئیں گے اور وہ ایسے آئیں گے کہ زمانہ دیکھے گا۔ یہ جملے ادا کرتے ہوئے اس کی نظریں میری اور سلمان شاہ رخ کی طرف بڑی واضح تھیں۔ اس لئے کہ مجھے سلمان شاہ رخ تکبیر میں لائے تھے اور سلمان شاہ رخ کو محمد صلاح الدین اور رفیق صاحب کے جانے کے بعد جب محمد صلاح الدین نے ایک سرکلر جاری کیا تھا جس کا ذکر آپ کتاب شہادت میں پڑھ چکے ہیں۔ اُس وقت کافی افراد محمد صلاح الدین کے قریب ہو گئے تھے دوسرا واقعہ مبشر فاروق کا ہے جس کو 4 دسمبر 1994 کی شام دفتر تکبیر میں کیا کام تھا؟ جس کے لئے وہ بے تاب تھا۔ (اس پورے واقعہ کا ذکر آگے آئے گا)۔ تیسرا واقعہ 5 دسمبر کی رات جب سید اصغر عباس ہاشمی سے فون پر بات ہوئی محمد صلاح الدین کی شہادت کے حوالے سے تو سید

سید اصغر عباس ہاشمی نے بے ساختہ کہا کہ رفیق افغان نے مروا دیا۔ سید اصغر عباس ہاشمی کی بات میں مجھے اس لیے بھی وزن لگا کہ اس وقت ان کے سعود ساحر (شاہ جی) سے قریبی تعلقات تھے اور محمد صلاح الدین شہید نے اپنا آخری اندرون ملک دورہ آزاد کشمیر سعود ساحر (شاہ جی) اور سید اصغر عباس ہاشمی کے ساتھ کیا تھا پھر میری منگنی کے بعد بھی یہ بات زہیر مصطفیٰ سید سے زیر بحث آئی کہ محمد صلاح الدین کی شہادت کے حوالے کوئی کتاب لکھی جائے۔ پھر منگنی کے بعد زہیر مصطفیٰ سید نے مجھے آفر کی کہ میں شادی کے بعد ملکہ کے ساتھ لیبیا شفٹ ہو جاؤں مگر میں نے انکار کر دیا۔ کیونکہ میں اپنے ملک اپنے شہر میں ہی رہ کر ہربل ادویہ کی تیاری اور پبلشینگ کا ادارہ کھولنا چاہتا تھا۔ میں نے اس ملک میں اپنی زندگی کے کئی قیمتی سال گزارے ہیں اور اگر مجھے اس طرح شادی کر کے ملک سے باہر نکلنا ہوتا تو میں کسی بھی ملک جا کر وہاں شادی کر لیتا۔ جیسا کہ میرے کئی دوستوں اور رشتہ داروں نے کیا۔ بہر حال میرے زہیر مصطفیٰ سید سے انکار کے بعد میرے لئے معاشی مشکلات کا سلسلہ شروع ہوا۔ صلاح الدین کی زندگی میں مجھے کبھی اپنے اشتہارات کے کمیشن یا دیگر کسی مراعات کے لئے پریشان نہیں ہونا پڑا مگر منگنی کے بعد میں نے ایک سال بعد شادی اسی لئے رکھی تھی تا کہ معاشی طور پر مزید مستحکم ہو جاؤں مگر ایسا نہ ہو سکا۔ شہر کے سیاسی حالات نے بھی مارکیٹ اور کاروبار کو بہت متاثر کیا۔ 95 میں متحدہ نے تین روزہ ہڑتال ہفتے میں شروع کر دی تھی۔ لہذا مجھے پشاور اور مردان کا رخ کرنا پڑا یہاں سے میں نے سپلیمنٹ ترتیب دیے اور ٹھیک ٹھاک کمیشن جمع کیا۔ مگر وصول کرنے میں وہی مسائل کبھی کمیشن روک لیا گیا۔ کبھی کوئی اور مسئلہ بنایا گیا۔ پشاور کے

دورہ آزاد کشمیر کے موقع پر محمد صلاح الدین شہید، سعود ساحر، سید اصغر عباس ہاشمی

پریس کلب مظفر آباد کے استقبالیے میں مقامی ایڈیٹروں، صحافیوں اور دانشوروں کے ساتھ

امبور کیمپ کی مسجد میں مہاجرین کے ہمراہ

حوالے سے مردان کے ڈاکٹر محمد فاروق جن کو ابھی حال ہی میں شہید کر دیا گیا۔ ان کا میں نے انٹرویو کیا وہ انٹرویو رفیق افغان نے کہا کہ شائع نہیں کیا جائے گا۔ لیکن مجبوری تھی میں ڈاکٹر محمد فاروق سے وعدہ کر چکا تھا لہٰذا میں نے ثروت جمال اصمعی سے بات کر کے اسے شائع کروایا۔ جواب میں رفیق افغان کی طرف سے مجھے ایک نوٹس جاری ہوا، اور میرا کمیشن روک لیا گیا اس کا دستاویزی ثبوت ہے۔ رفیق بھائی کی یہ خاص عادت ہے کہ اگلے کی جائز رقم روک کر اسے قرض حسنہ دے دو تا کہ وہ ہمیشہ احسان مند رہے۔ زہیر مصطفیٰ سید صاحب کے ساتھ میں پاکستان ٹور پر بھی گیا چونکہ مجھے پشاور سے شہد کی خریداری کرنی تھی اور تکبیر کے کلائنٹ سے رقم وصول کرنی تھی زہیر مصطفیٰ سید کو وہاڑی میں کام تھا ان کے کاروباری دوست منیر عالم طاہر اور لاہور میں ان کے ایک اور دوست بقول زہیر مصطفیٰ سید کے شراب اور کباب کے رسیا تھے ان سے بھی ملاقات کرائی۔ میرے بھائی سید اصغر عباس بھی لاہور میں رہتے تھے ان کے گھر قیام کر کے اسلام آباد اور پشاور نکل گئے۔ لاہور میں زہیر مصطفیٰ سید کے پرانے دوست سے ملاقات ہوئی جو لوہے کا کام کرتے تھے۔ بعقول زہیر مصطفیٰ سید کے ان سے اس وقت کے روابط ہیں جب زہیر مصطفیٰ سید صاحب لاہور میں فلم انڈسٹری میں پیسہ لگاتے تھے۔ یہاں زہیر مصطفیٰ سید کی آمد کافی عرصہ بعد ہوئی تھی ان کے دوست نے پر جوش استقبال کیا اور الماری سے Jahnnie Walker Black Label کی بوتل نکال کر ملازم سے گلاس اور برف لانے کو کہا مگر زہیر مصطفیٰ سید نے کہا نہیں یار اس کی ضرورت نہیں۔ میں نے چھوڑ دی ہے۔ اور یہ میرے دوست ہیں ان کو صرف دیکھنے سے نشہ چڑھ جاتا ہے۔ ان کے

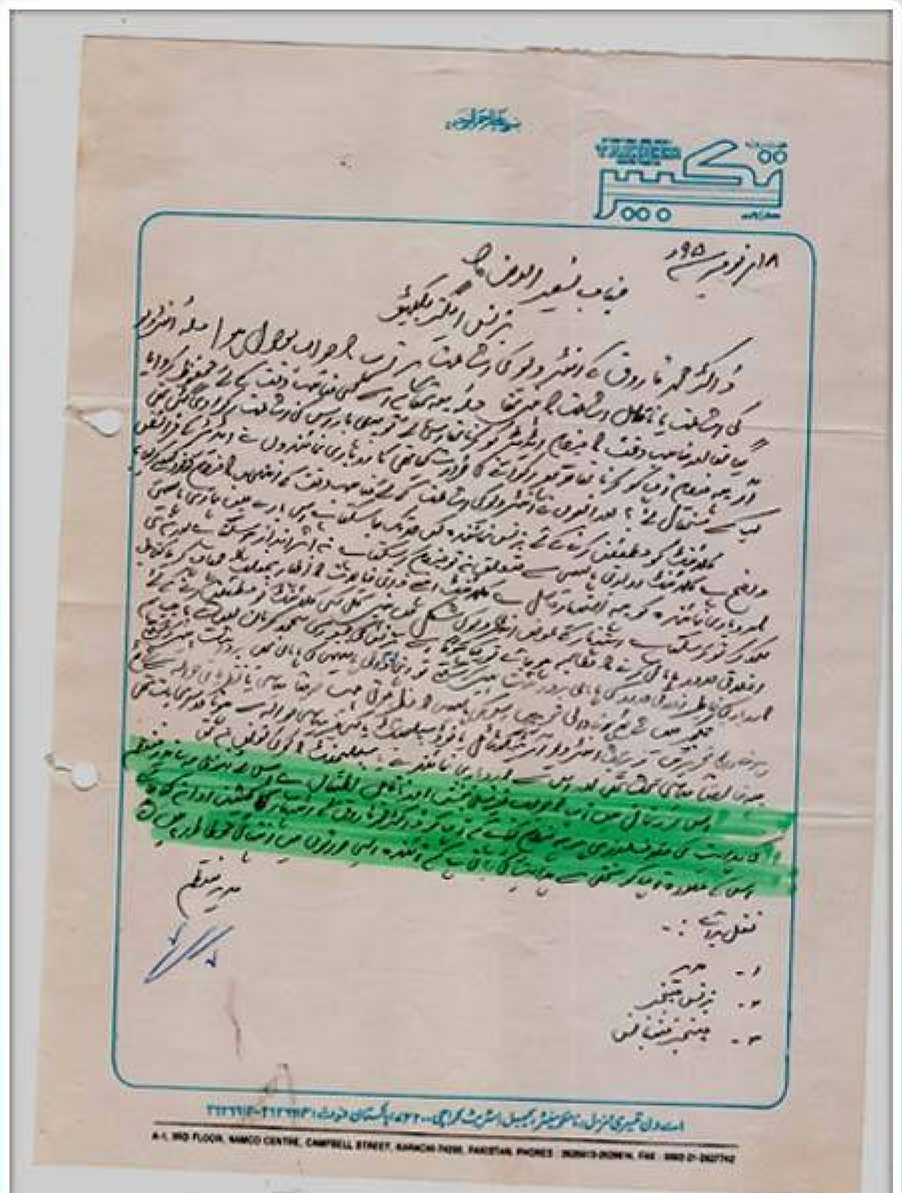
تکبیر

۱۸ نومبر ۱۹۹۵ء

جناب نسیم الدین صاحب

بزنس ایگزیکٹو

[illegible]

A-1, 3RD FLOOR, NAMCO CENTRE, CAMPBELL STREET, KARACHI, PAKISTAN. PHONES [illegible]

رفیق افغان کی طرف سے کمیشن ضبط کرنے کا نوٹس

اس دوست کو شدید مایوسی ہوئی بہر حال اس نے لاہوری روایات کو برقرار رکھتے ہوئے ٹھنڈا لسی اور چائے وقفہ وقفہ سے پیش کی اس نے اپنی فیکٹری پر مکمل انتظام قیام وطعام کیا تھا۔ دوست کا اصرار تھا یار اتنے سالوں کے بعد آئے ہو تو پرانی محفل تازہ کرتے ہیں۔لیکن زہیر مصطفیٰ سید نے معذرت چاہی کہ یار اس دفعہ میرے ساتھ دوست ہیں۔اس تمام صورت حال پر میں نے زہیر مصطفیٰ سید سے کہا کہ میں پشاور شہد کی خریداری کیلئے نکلا ہوں لہذا لاہور میں شہد کی مکھیوں پر رقم خرچ نہیں کروں گا۔ویسے بھی میری منگنی ہوئی ہے کیوں سنسار کرائیں گے۔انہوں نے کہا منگنی ہوئی ہے، نکاح تو نہیں ہوا ہے مجرد مرد کو کوڑوں کی سزا ہے نہ کہ سنسار کی۔پھر کچھ ہی عرصہ بعد زہیر مصطفیٰ سید نے دوبارہ لاہور کا وزٹ کیا۔اس وقت میرے بھائی سید اصغر عباس ہاشمی سے کچھ رقم قرض لی اور ایک موبائل فون بھی قرض لے لیا۔اس حوالے سے سید اصغر عباس ہاشمی سے زہیر مصطفیٰ سید کی بدمزگی ہوئی۔سید اصغر عباس ہاشمی نے کراچی آکر زہیر مصطفیٰ سید کے اسکول اور گھر کے کافی چکر لگائے جب رقم نہیں ملی تو ایک رات سید اصغر عباس ہاشمی ان کے گھر کے سامنے بیٹھ گئے کہ رقم لے کر جانا ہے۔رات گئے مجھے زہیر مصطفیٰ سید کا فون آیا تو میں بڑا کنفیوز ہوا۔کیونکہ زہیر مصطفیٰ سید رقم مارنے والے شخص نہیں ہیں۔اور اصغر عباس ہاشمی نے بھی قومی اخبار اور روزنامہ جسارت اخبار پر لاکھوں روپے کمیشن چھوڑا ہے۔وہ دس بارہ ہزار کی رقم کے لیے کسی کے گھر پر جا کر اس طرح بیٹھ جائیں نہ سمجھ میں آنے والی بات تھی۔میں نے سید اصغر عباس ہاشمی سے کہا کہ یہ مناسب نہیں ہے کہ تم میرے دوست کے گھر کے سامنے بیٹھے رہو اگر تم نے زہیر مصطفیٰ سید کو میری دوستی کی وجہ رقم دی تھی۔تو میں یہ

رقم ادا کر دوں گا۔ برائے مہربانی آپ ان کے گھر کے سامنے سے ہٹ جائیں۔ بہر حال اصغر عباس ہاشمی واپس آئے وہ لاہور چلے گئے چند دن بعد یہ مسئلہ حل ہو گیا۔ لیکن مجھے بہت بعد میں جب میں اپنے کچھ نادیدہ دشمنوں کی وجہ سے مسلسل مسائل و مشکلات کا شکار رہا۔ تو یہ واقعہ یاد آیا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ میرا امتحان ہو کہ بھائی کے لئے دوست سے جھگڑا کرتا ہے یا دوست کے لئے بھائی سے لڑائی کرتا ہے۔ شاید لاہور کے سفر میں بھی شراب و شباب دکھا کر وہاں بھی میرا امتحان لینا ہی مقصد تھا یا مجھے کسی اخلاقی کمزوری کا شکار بنانا مقصد تھا۔ لیکن میرا مزاج مختلف ہے بقول شاعر! جدھر جاتے ہیں سب جانا ادھر اچھا نہیں لگتا، مجھے پامال رستوں کا سفر اچھا نہیں لگتا۔ جن دونوں میرے رشتہ کی بات چل رہی تھی تو زھیر مصطفیٰ سید سے میں نے کہا کہ یار رفیق افغان بھائی نے میرے محلے میں میری انکوائری کرائی ہے پھر میں نے اپنا خیال ظاہر کیا کہ شاید رفیق افغان انکار کرنا چاہتے ہوں۔ تو اس کے جواب میں زھیر مصطفیٰ سید نے کہا کہ ایسا نہیں ہوگا آپ کی تو انکواری آئی، ایس، آئی کا نمائندہ کر رہا ہے۔ اس سے بڑی کیا بات ہوگی ساتھ ہی انہوں نے کہا کے رفیق افغان آپ کے لیے فرعون ثابت ہوں گے اور آپ ان کے لیے موسیٰ ثابت ہوں گے۔ اس وقت تو میں سو چتا رہا مگر آج ہم ہر اس نادیدہ قوت، مفاد پرست، ضمیر فروش افراد کے خلاف موسیٰ ثابت ہوئے ہیں یہی ''ہمارا جرم ہے'' شادی کے کچھ عرصہ بعد سید اصغر عباس ہاشمی نے یہ آفر کی کہ میں نمائندے تکبیر کے طور پر اسلام آباد شفٹ ہو جاؤں۔ میرے لئے یہ آفر بالکل عجیب تھی۔ کیونکہ میں کراچی میں کرائے کے فلیٹ میں شفٹ ہو کر اپنا گھر بہت بہتر انداز سے سیٹ کر چکا تھا۔ ہم دونوں کی ملازمت

کراچی میں ہے۔ اسلام آباد شفٹ ہو کر اپنے آپ کو نئے سرے سے آباد کرنا۔ میرے لئے مشکل ہی نہیں ناممکن تھا۔ لیکن بعد کے حالات نے یہ بات ثابت کر دی کہ مذکورہ دونوں آفر کا مقصد ہی یہ تھا کہ ملک افروز روہیلہ کو تکبیر سے اور سعدیہ انجم سے دور رکھا جائے۔ اور یہ تب ہی ممکن تھا۔ جب کراچی یا پاکستان چھوڑا جائے۔ پشاور قیام کے دوران مولانا عارفین سے دوستی ہو گئی جو مولانا راحت گل کے فرزند ہیں۔ انہوں مجھے مشورہ دیا کہ آپ ہربل ادویہ کے ساتھ شہد کو بھی کراچی میں فروخت کریں اس میں منافع سو فیصد ہے پشاور میں اس وقت شہد تیار کرنے کے بہترین فارم ہیں۔ میں نے فوری طور پشاور سے ہول سیل میں شہد خرید کر کراچی میں حیات شہد کے نام سے اپنا برانڈ شروع کر دیا جس زمانے میں رفیق افغان اور سعدیہ انجم کی جنگ انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ ان دنوں رمضان میں صبح 6 بجے مجھے زہیر مصطفی سید کا فون آیا کہ آپ ساڑھے سات آٹھ بجے میرے اسکول آجائیں۔ مجھے رفیق افغان کے خلاف کچھ ثبوت دینے ہیں۔ بہر حال میں آٹھ بجے ان کے اسکول واقع لیاقت آباد پہنچ گیا۔ وہاں میری ملاقات قیصر خان سے ہوئی۔ قیصر خان کی دلیری کے قصے بہت سنے تھے دیکھنے میں بھی وہ کسی شیر سے کم نہیں۔ انہوں نے مجھے رفیق افغان کے خلاف لمبی چوڑی بریفنگ دی کہ میں بھی کچھ کہوں لیکن میں نے واضح کر دیا کہ میں اس سارے قصے سے دور رہتا ہوں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اب مجھے زہیر مصطفی سید پر شک ہونے لگا تھا کہ کہیں یہ بھی تو رفیق افغان کے لیے کام نہ کرتے ہوں کیونکہ جب سعدیہ انجم زوجہ رفیق افغان نے واکی ٹاکی سیٹ اور ایک خط ملک افروز روہیلہ کو دیا تو وہ لیکر ہم زہیر مصطفی سید کے ہی پاس پہنچے تھے (جس کا ذکر

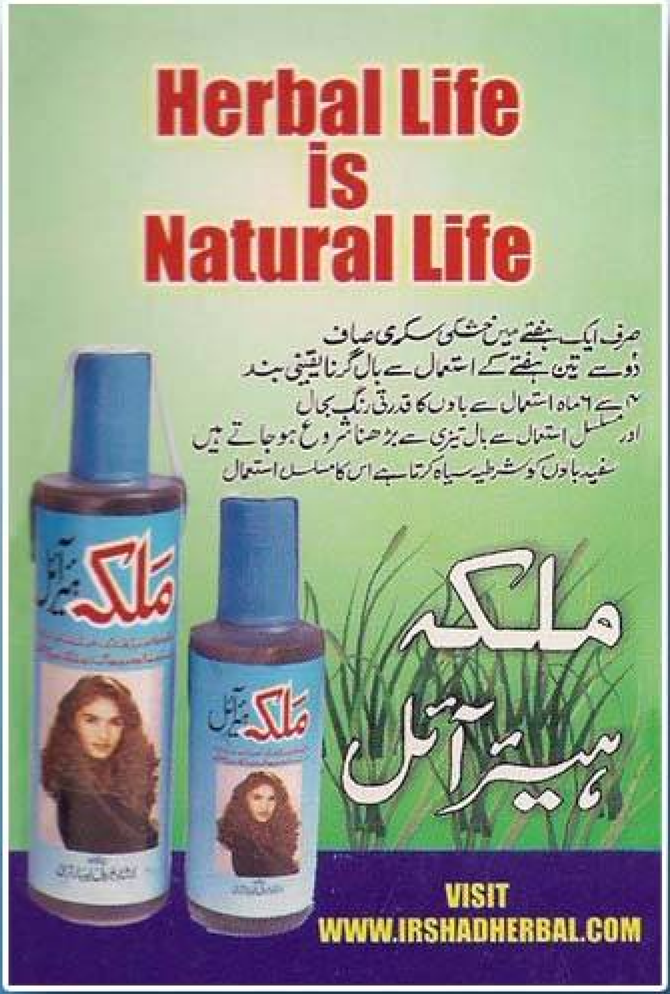

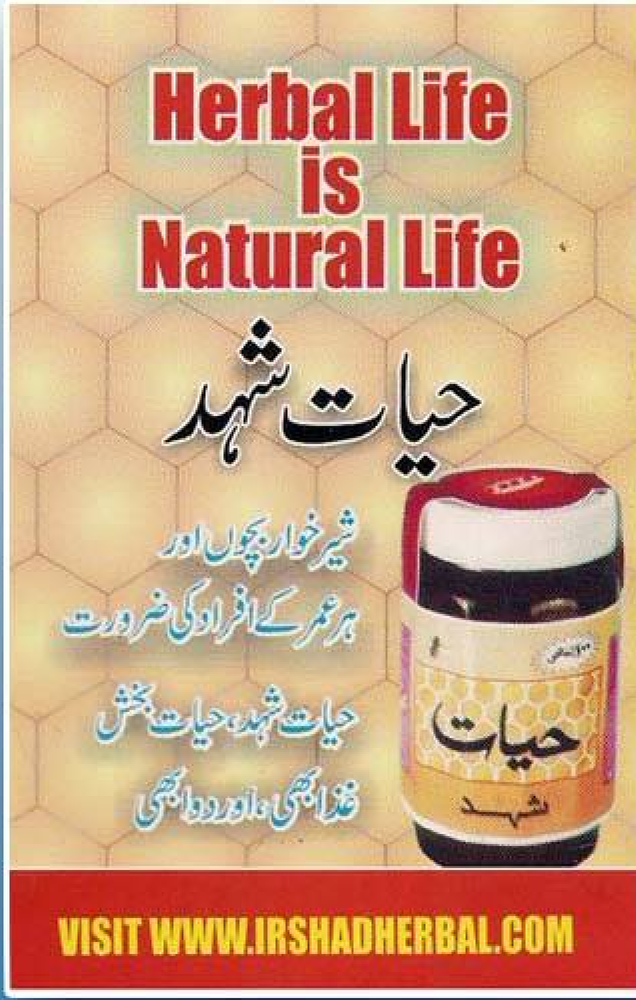

حیات شہد، ملکہ ہیر آئل ان دونوں پروڈکٹس سے کاروبار کا آغاز

آپ کتاب شہادت میں پڑھ چکے ہیں) تو اس وقت میں نے یہ چیزیں زہیر مصطفیٰ سید کے پاس بطور امانت رکھوائیں تب گفتگو میں میں زہیر مصطفیٰ سید سے ہم نے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ کل تک پروفیسر متین الرحمٰن مرتضیٰ تکبیر کا چارج سنبھال لیں ۔ تو اس پر زہیر مصطفیٰ سید نے جواب دیا یہ ناممکن ہے۔ پروفیسر متین الرحمٰن مرتضیٰ کو فون آئے گا۔ آگے سے کوئی پوچھے گا کہ آپ کی جولڑکیاں ہیں ان کی پرورش ہم کریں یا آپ خود کرنا چاہتے ہیں۔ اگر خود کرنا چاہتے ہیں تو جا کر سعدیہ انجم کو سمجھایئے'' اور بالکل ایسا ہی ہوا کہ دوسرے دن سعدیہ انجم کا رویہ بدل گیا تھا۔ اور جب میں نے زہیر مصطفیٰ سے دوسرے یا تیسرے دن واکی ٹاکی سیٹ اور سعدیہ انجم کا خط والا لفافہ مانگا تو انہوں نے کہا کہ اس خط کی ایک فوٹو کاپی اپنے پاس رکھیں ہوسکتا ہے آگے پھر اس کی ضرورت پڑے۔ بہر حال وہ واکی ٹاکی سیٹ تو سعدیہ انجم نے واپس لے لیا۔ مگر وہ خط ملکہ افروز روہیلہ سے واپس نہیں لیا شادی سے قبل میرا ابھی یہ خیال تھا کہ ملکہ سے ملازمت چھڑا دوں گا مگر شادی کے بعد میں نے سوچا کہ ملکہ کی تنخواہ سے گھر کے معاملات چل رہے ہیں اور میں اپنے پیسہ سے ارشاد ہربل لیبارٹری (برائے ہربل دواسازی) کا سیٹ اپ مستحکم کرلوں گا۔ اور الحمد ہ اللہ اسی طرح ہوا میں نے تین سال کے اندر دو تین سیلز مین رکھ کر دواؤں کی مینوفیکچر، ڈسٹری بیوشن شروع کردی۔ چونکہ شادی سے پہلے بھی حیات شہد اور ملکہ ہیئر آئل سپلائی کرتا تھا۔ لہٰذا اب میں نے اس کو مزید مستحکم کرلیا۔ کراچی حیدرآباد تک مارکیٹ بنائی۔ 1998 میں نے پلیژ زائیس ٹانک نامی ایک دوا (سیکس) کی متعارف کرائی۔ جس کا مارکیٹ سے بہت اچھا ردعمل ملا کراچی کے میڈیکل اسٹورز سے 8 سے 10 ہزار روپے کے

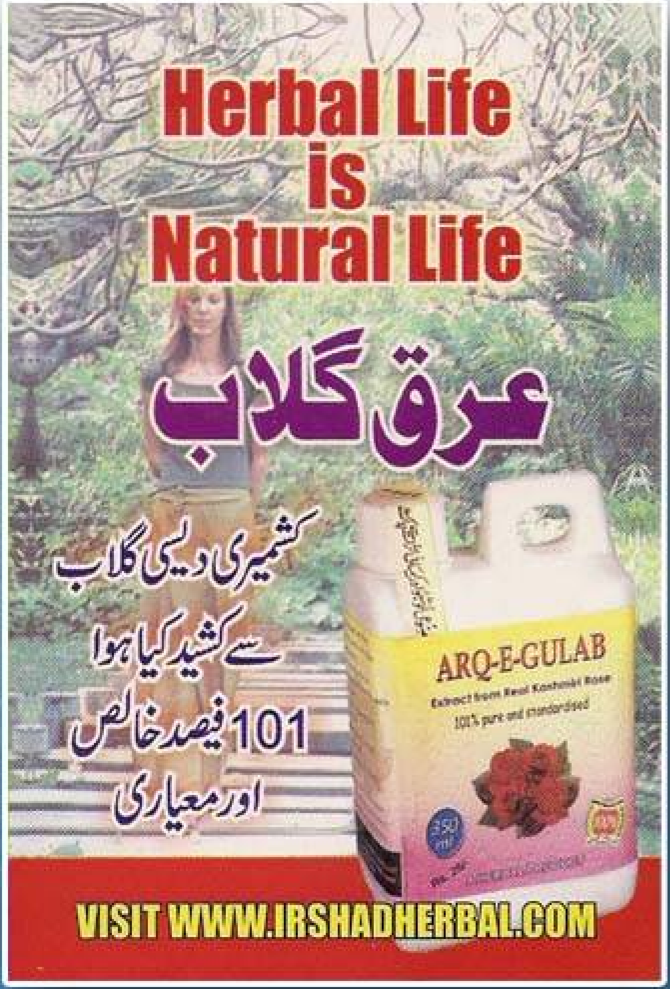

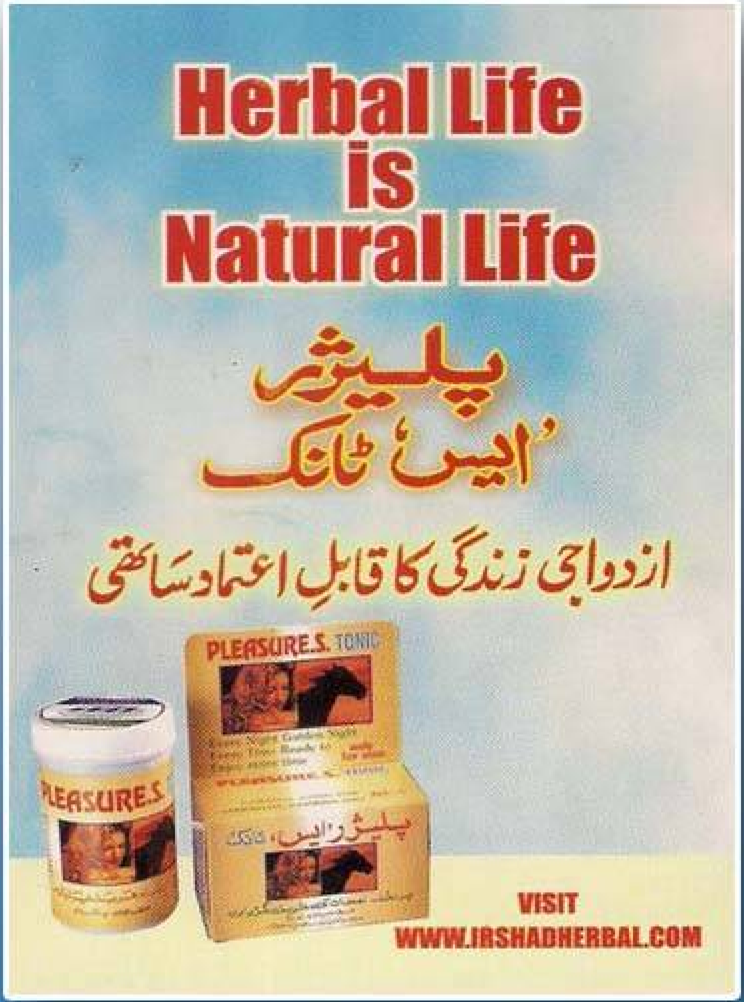

پلیشز ایس ٹانک، عرق گلاب

اخبارات میں اپنی پروڈکٹس کے اشتہارات کا عکس

آرڈر ملنا شروع ہو گئے تھے۔ ڈھائی تین سو دکانوں پر مال سپلائی ہوتا تھا۔ یہ وہ دن تھے جب تکبیر میں اختلافات لڑائی جھگڑے کا آغاز ہو گیا تھا۔ گو کہ میری اہلیہ کی ملازمت جاری تھی۔ مگر میں پوری کوشش میں تھا کہ دواؤں کا اپنا کاروبار وسیع کر کے تکبیر سے علیحدہ ہو جاؤں۔ 1999 میں میرے پاس چار پانچ سیلز مین تھے۔ میں خود مارکیٹنگ منیجر اور ڈسٹری بیوٹرز کے طور پر متعارف ہوتا تھا۔ میری دواؤں کی اتنی اچھی سیلز اور نیٹ ورک کو دیکھتے ہوئے حکیم ایس ایم اقبال جو طب پر اخبار جہاں میں کالم لکھتے تھے۔ اور ثروت جمال اصمعی صاحب کے دوست ہونے کے ساتھ تکبیر میں بھی طالبان کی حمایت میں مضمون لکھتے تھے۔ انہوں نے مجھے اپنی دواؤں کی تقسیم ڈسٹری بیوشن دی۔ 1999 میں میری اہلیہ نے تکبیر سے استعفیٰ دے دیا ثروت جمال اصمعی کی ٹیم کو بھی تکبیر سے بے دخل کر دیا گیا۔ تو میں نے بھی تکبیر اور امت میں کام کرنا چھوڑ دیا۔ اور دواؤں کی طرف یکسو ہو گیا۔ مگر مجھے اور میری اہلیہ ملکہ افروز روحیلہ دونوں کو ہی صحافت میں رہنا تھا اور رہنا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صحافت اگر ایمانداری سے کی جائے تو ایک قسم کا جہاد ہوتا ہے۔ ملکہ افروز روحیلہ نے تکبیر سے علیحدگی کے بعد محمد صلاح الدین شہید پر کتاب لکھنی شروع کر دی تھی۔ کتاب کی تکمیل پر میں نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ یہ آئی۔ بی اور آئی ایس آئی کی لڑائی ہے۔ اس میں ہم دخل اندازی نہ کریں۔ بہتر یہ ہے کہ ہم اپنے کام سے کام رکھیں۔ کیوں کہ گزشتہ دو تین سالوں میں جو واقعات گزرے اور اخبارات میں جو خبریں شائع ہوئیں اور کس طرح تکبیر میں گروپ بندی ہوئی اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ سعد یہ انجم اور رفیق افغان کی لڑائی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے پس پردہ حقائق کچھ اور ہیں ان

حکیم ایس ایم اقبال کی پروڈکٹس کا عکس

میں خاص کر پاکستان میں قائم اعلیٰ جنس ایجنسیاں اپنے اوپر لگائے بنیاد پرستی کے داغ کو دھونا چاہتی ہیں۔ اس کے لیے یہ بساط بچھائی گئی ہے۔ ثروت جمال اصمعی ہوں محمد طاہر، فاروق عادل، فیض الرحمٰن یا لاہور کے نصر اللہ غلزئی ہوں یا سید اصغر عباس ہاشمی ، اسلام آباد کے سعود ساحر عرف شاہ جی۔ یہ سب کے سب اس کے مہرے اور اپنا اپنا کردار بڑی خوبی اور سچائی سے ادا کر رہے ہیں۔ بعد کے حالات اور واقعات نے پھر یہ سچ بھی ثابت کیا۔ کسی نے اسکول قائم کیا، کسی نے بیکری قائم کی، کسی نے ایڈورٹائزنگ ایجنسی قائم کی، تو کسی نے بیرونی ممالک ویزا جاری کرنے کا کام مستحکم کیا، اور کوئی بیرون ملک ویزا حاصل کر کے سیٹ ہوا، کسی نے پاکستان ریلوے میں ملازمت حاصل کی، کسی نے صحافت میں نام کمایا اور کسی نے پرکشش ملازمت تمام آسائشوں کے ساتھ حاصل کیں اور مکمل سچائی کو چھپاتے ہوئے اپنے اپنے ضمیر کی آوازوں کو دباتے چلے گئے۔ میں نے ملکہ کو مشورہ دیا کہ اس کتاب کو سائڈ میں رکھیں صحافت کا شوق اپنا جریدہ نکال کر پورا کریں اس طرح 2000ء میں ہم نے ماہنامہ اعراف انٹرنیشنل کا پہلا پرچہ شائع کیا۔ جوج نمبر تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میری اہلیہ ادارتی ذمہ داری سنبھال لیں گی۔ میں مارکیٹنگ دیکھ لوں گا۔ اعراف کا دوسرا پرچہ مارکیٹ میں آیا اس کا سرورق اور میٹر اس وقت کے صدر چیف آف آرمی اسٹاف جنرل پرویز مشرف کے خلاف تھا یہ پرچہ 12 اکتوبر 1999ء کے حوالے سے تھا جب جنرل پرویز مشرف نے محترم نواز شریف کی حکومت پر شب خون مارا تھا۔ جمہوریت کا گلا گھونٹ کر آمریت کا پرچم لہرایا تھا۔ میں آج بھی جنرل (ر) پرویز مشرف کے اس فوجی مارشل لاء کا مخالف ہوں کیونکہ آج ہمارا ملک بیروزگاری، دہشت گردی،

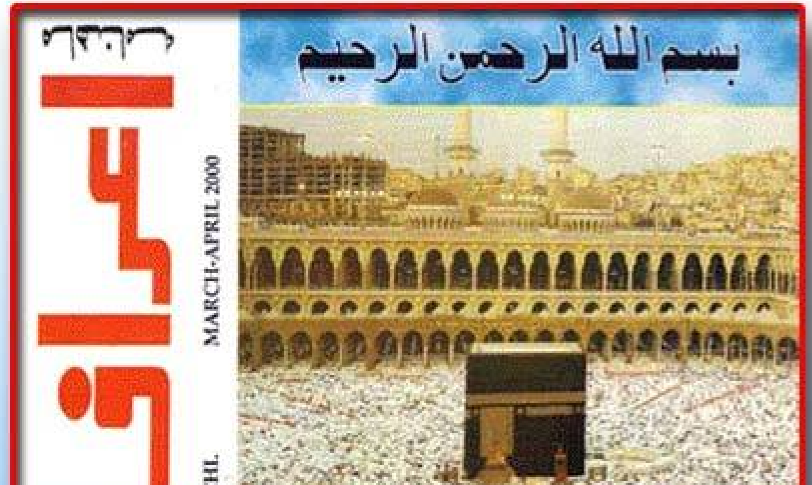

ماہنامہ اعراف انٹرنیشنل کے پہلے شمارے کا عکس

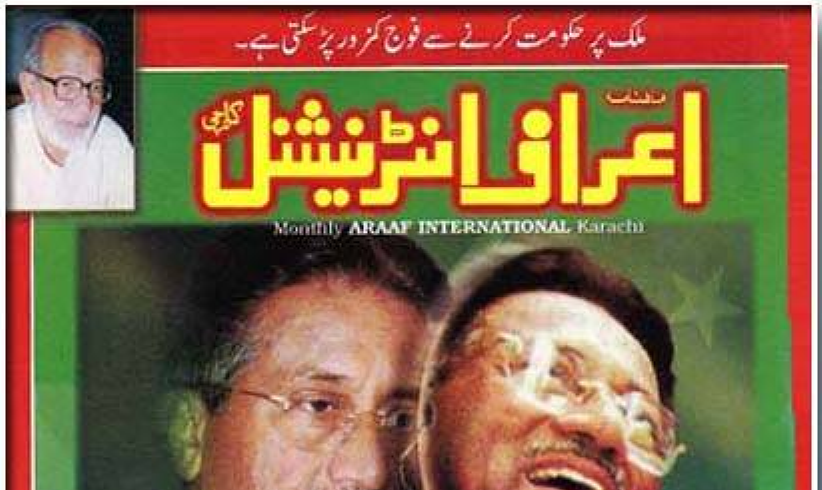

ماہنامہ اعراف انٹرنیشنل کے دوسرے شمارے کا عکس

مہنگائی، لوڈشیڈنگ کے جس عذاب میں مبتلا ہے اس کا واحد سبب اکتوبر 1999 کا اقدام تھا۔ امریکہ نے ذوالفقاری علی بھٹو کو ایٹمی پلانٹ لگانے کی یہ سزا دی کہ بقول ہنری کسنجر کے زمانے کے لئے عبرت کا نشان بنا دیا۔ اور ایٹمی دھماکہ کرنے والی بھی عظیم ہستی اسلامی مملکت کے سربراہ محترم نواز شریف کو پرویز مشرت کے ذریعہ ملک بدر کیا۔ آج جب پرویز مشرف کے پاس نہ وردی ہے نہ اقتدار تب ان کے اقدامات کے حوالے سے تنقید کی جاتی ہے۔ ہم نے پرویز مشرف کے اقدامات کی ااس وقت مخالفت کی جب وہ کل اقتدار و اختیارات کے تنہا مالک تھے ہفت روزہ تکبیر کے اداریہ نویس پروفیسر متین الرحمٰن مرتضیٰ، نصرت مرزا مجاہد بریلوی، سید خورشید عالم، جہاں آرا لطفی ان کے شوہر ستار شیخ، پاسبان کے طارق جمیل، مولانا عبدالرحمٰن سلفی، اسلام حسین، سید اظفر رضوی ان تمام شخصیات کا ہمیں تعاون ملا ان کی تحریریں، اشتہارات ماہنامہ اعراف کی زینت بننے لگے۔ اس طرح ہماری ایک ٹیم تشکیل پا گئی۔

اور اس وقت میرا یہ خیال تھا کہ پرچہ مستحکم کر کے میں پروفیسر متین الرحمٰن مرتضیٰ کے حوالے کر دوں گا۔ مدیر اعلیٰ کے طور پر ان کا نام جانا چاہئے اس لئے کہ پاکستان کی صحافت میں محمد صلاح الدین کی شہادت کے بعد جو خلاء پیدا ہوا ہے۔ اس کو صرف پروفیسر متین الرحمٰن مرتضیٰ ہی پورا کر سکتے ہیں۔ مدیر منتظم میں خود رہوں گا اور ایڈیٹر ملکہ افروز روہیلہ لیکن مجھے اعراف کے اجراء کے ساتھ ہی پہلا نقصان یہ ہوا کہ میری میڈیسن کی ڈسٹری بیوشن پر مشکلات آنے لگیں۔ سیلز مین نوکری چھوڑ کر جانے لگے۔ عجیب صورت حال کا شکار ہو گیا۔ کوئی بھی سیلز مین ایک ہفتے سے زیادہ میرے پاس نہ ٹھہرتا۔ ایک طرف پرچے کی ذمہ داریاں اور دوسری طرف میڈیسن کا کام میں

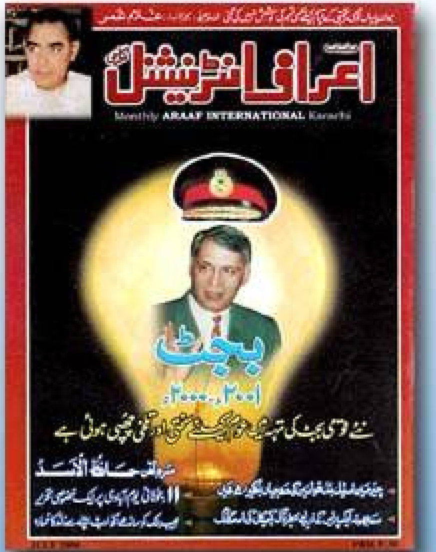

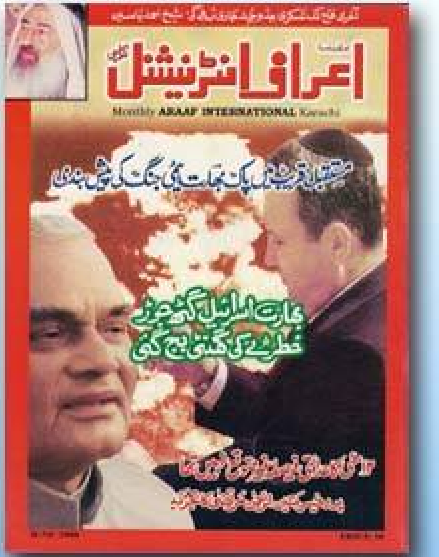

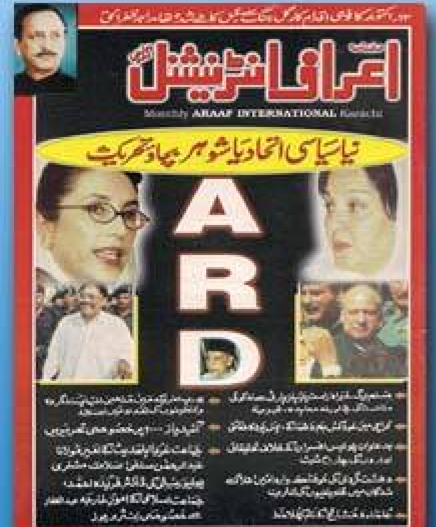

ماہنامہ اعراف انٹرنیشنل
دیگر شماروں کا عکس 2000ء
کی سیاست کے تناظر میں

نے اپنے برادران لاء کو یہ آفر کی کہ فارغ وقت میں میری میڈیسن کا کام دیکھ لیا کریں۔ جو سیلز مین لیتا ہے وہ آپ لیں۔ وہ راضی ہو گئے کچھ دن کے بعد ان کے دفتر سے ان پر کام کا لوڈ اتنا زیادہ ہو گیا کہ وہ رات دس بجے گھر پہنچنے لگے۔ دوسرے تیسرے برادران لا کا تعاون لیا گیا۔ مگر یہاں بھی اتفاق سے سب کو اپنے کام یا دفتر کی طرف سے مصروفیت اتنی بڑھا دی گئی کہ میرے لئے ان کے پاس وقت کی گنجائش نہ رہی۔ باہر کا کوئی سیلز مین یا ملازم رک ہی نہیں پا رہا تھا۔ یہ اتفاقات کی کہانی کی ابتداء تھی۔ زہیر مصطفیٰ سید کو میں نے اپنے پرچے میں آپ پر الزام ہے کہ عنوان سے لکھنے کی آفر کی اور وہ ہمارے پرچہ کے نائب مدیر بھی تھے۔ ان کو اللہ نے لکھنے کی صلاحیت بھی دی ہے۔ انہوں نے آپ پر الزام ہے کہ عنوان سے لکھنے کی آفر قبول کرتے ہوئے ولی خان پر کالم لکھا جو ہمارے پرچہ میں شائع ہوا۔ اس وقت وہ میرے دفتر بھی آئے اور دفتر کے معاملات پر گفتگو بھی رہی۔ دوران گفتگو مجھ سے انہوں نے یہ بات جاننے کی کوشش کی کہ میرے پیچھے کون ہے۔ کون فنانس کر رہا ہے۔ چونکہ میری مٹھی بند تھی۔ لہذا ساری قوتوں کو اس بات سے پریشانی لاحق تھی کہ میرے پیچھے کون سی طاقت کارفرما ہے۔ لہذا اس سلسلے میں سلمان شاہ رخ کا فون آیا پرچہ کی تعریف کے بعد یہی سوال کہ فنانس کون کر رہا ہے؟ میں نے ان سے صاف بات کہہ دی کہ میں خود اس کو فنانس کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ اگر مارکیٹ میں میڈیسن فروخت ہوتی رہیں تو انشاء اللہ پرچے کو مزید بہتر کرونگا۔ یہ بات میری سلمان شاہ رخ نے آگے بڑھائی یا میرے فون ٹیپ کر کے حاصل کیا گیا۔ یہ میری نادانی تھی یا سچائی کا غلط موقع پر اظہار۔ بہر حال پہلے تو سیلز مین کا رونا تھا۔ اب مارکیٹ سے آرڈر بھی آنے بند

ہو گئے جیسے دوکان دار اور مجھ میں کوئی کاروباری تعلق نہیں ہے۔ میڈیسن کے آرڈر کم ہونا ملازمین کا عدم تعاون کے ساتھ ایک اور آزمائش کی گئی۔ کہ ماہنامہ اعراف کا پرچہ ایجنٹ نے اٹھانے سے انکار کردیا یہ وہی ایجنٹ جس کے پاس تکبیر اور اسلام حسین کے پرچہ نفسیات اور زندگی بھی تھا یعنی محمد حسین! اسلام حسین کے ساتھ ہی جا کر ہم نے اس سے بات کی تھی اور اس کا کہنا تھا کہ آپ کو چالیس فیصد سے ہٹ کر ایک روپیہ فی کاپی الگ دینی ہوگی۔ لہذا ہم نے اس کی اس شرط کو مانتے ہوئے بات تسلیم کی۔ بہر حال جب اس ایجنٹ نے پرچہ نہیں اٹھایا تو ہم نے گلستان نیوز ایجنسی سے رابطہ قائم کیا۔ چونکہ وہ پندرہ روزہ جہاد کشمیر کا ایجنٹ تھا۔ بہر حال اس نے بھی پرچہ تو لے لیا لیکن شہر میں نمایاں تقسیم نہ ہوا۔ پھر میں نے اپنے ایک دوست کی مدد سے ان کی گاڑی میں خود پرچہ تقسیم کیا لیکن میرے اوپر یہ ناقابل برداشت بوجھ ہوگیا تھا۔ ادویہ کی مینوفیکچرنگ راؤ میٹریل کی خریداری ادویہ کی تقسیم پرچہ کی اشاعت پرچہ کی تقسیم اور اس میں ہر روز ایک یا دو افراد کے انٹرویو لینا۔ جس کا یقین ہوتا کہ شاید کل کوئی ملازم رک جائے۔ پھر میں نے سوچا کہ موٹر سائیکل رائیڈر رکھا جائے۔ جس سے میڈیسن آرڈر بھی سپلائی ہو اور مہینے کے آخر میں پرچہ کی ڈسٹری بیوشن بھی۔ اس کی تنخواہ ڈبل رکھی جائے تاکہ اتنی اچھی آفر پر سیلز مین ٹک جائے گا۔ مگر یہ تجربہ بھی ناکام ہوگیا۔ جب پرچہ چھپ کر آتا تو سیلز مین ملازمت چھوڑ کر چلا جاتا۔ یہاں تک کہ وہ فوری طور پر تنخواہ کا مطالبہ بھی نہ کرتا۔ دو ڈھائی ماہ بعد آکر پیسہ مانگتا یہ سلسلہ بار بار چلتا رہا۔ مارچ میں ہمارا پرچہ آیا۔ اپریل، مئی، جون، جولائی تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ پہلے ہمارا اپنا دفتر گھر کے ساتھ واقع تھا۔ پھر اس کو ہم

کاروباری جگہ شفٹ کرلیا۔ کہ شاید اس کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے۔ اس وقت ہم نے اخبار میں نمایاں اشتہار دیا اور رپورٹر، سیلز مین آئے۔ انٹرویو ہوئے لیکن پھر فائنل ہونے کے بعد متعلقہ فرد کو کہیں اور ملازمت مل جاتی یہ اتفاقات مسلسل ہوتے رہے۔ بیروزگار ہمارے پاس آتے انٹرویو وغیرہ ہم سے ہوتے لیکن نہیں ملازمت کہیں اور مل جاتی ان میں سے ایک نمایاں واقعہ کا ذکر ہے۔ جس سے ہمیں یقین پختہ ہوگیا کہ ہمارے پاس آنے والے افراد کو ٹریس کیا جاتا ہے۔ ہوا یوں کہ انٹرویو کے لئے آنے والی ایک درخواست میں سے کسی ایک فرد کو میں نے فون کیا جو ملیر کا رہائشی تھا۔ کہ کل صبح ۱۱ بجے انٹرویو کیلئے آجائے۔ اور ایڈریس سمجھا دیا۔ گلشن اقبال میں واقع دفتر آجائے۔ تین گھنٹے کے بعد اس کا فون آیا کہ سر نرسری میں کس جگہ آنا ہے؟ مجھے حیرت ہوئی کہ میں نے نرسری کا تو کوئی ایڈریس نہیں دیا تھا اس نے بتایا کہ اسے فون آیا تھا کہ تمہاری ملازمت ہوگئی ہے نرسری آجائے۔ پھر وہ شخص دوبارہ نہیں آیا۔ جو پرچہ ڈاک سے ارسال کرتے وہ بھی غائب کرلیا جاتا۔ چونکہ محکمہ ڈاک نے جرائد کے لئے جو رعایتی پیکیج دیا تھا اس کی خاص تاریخیں ہوتی تھیں۔ انہی تاریخ میں ایک دن جب ڈاک خانہ گیا تو دو افراد نے مجھے دیکھ کر کہا ’’لو پیسے آگئے‘‘ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ میرے حوالے سے وہ کن پیسوں کا ذکر کررہے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد محکمہ ڈاک ہی کے ایک فرد کے ذریعہ یہ معلوم ہوا کہ میری تمام آنے اور جانے والی ڈاک زیادہ رقم دے کر کوئی لے جاتا تھا۔ دن رات رانگ کالوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اس دوران میرے پاس شاہدہ نامی خاتون کا فون آیا۔ محمد صلاح الدین کی کتاب میں آپ ان خاتون کے بارے میں پڑھ چکے ہوں گے ان کو ملکہ افروز

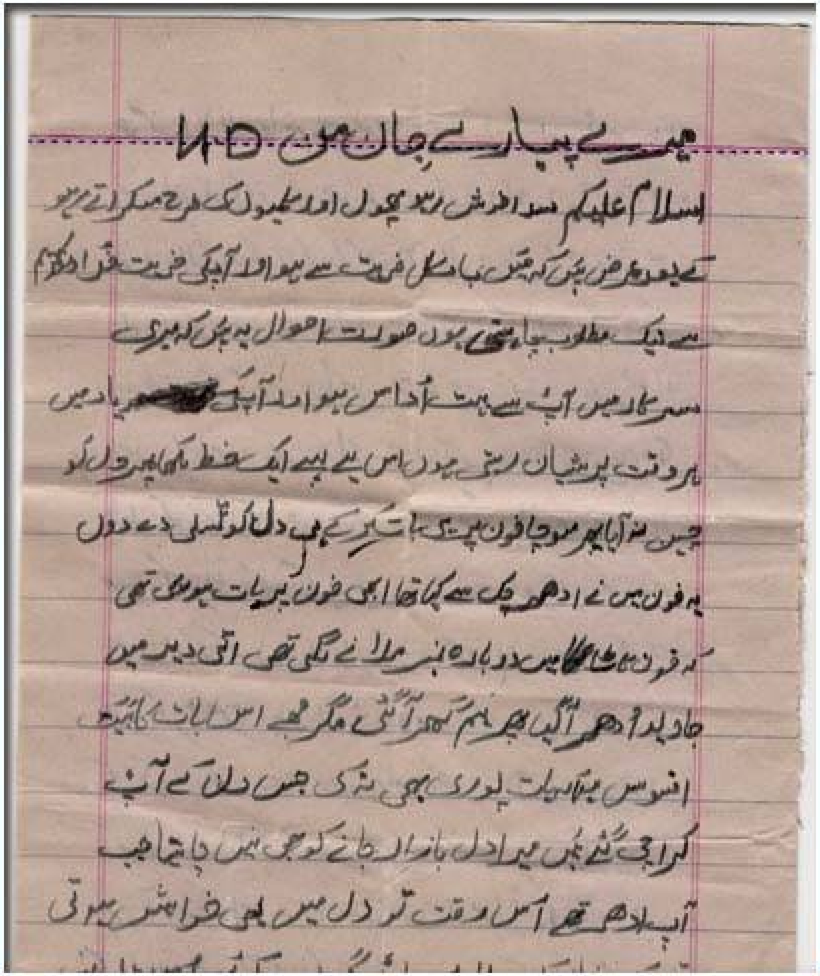

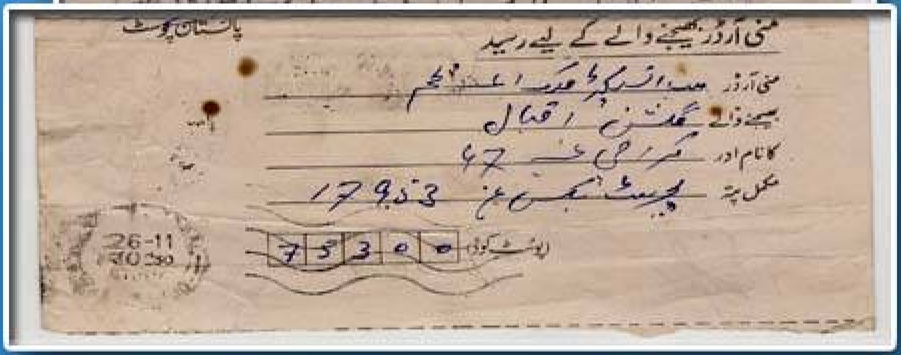

پوسٹ بکس نمبر ۱۷۹۵۳/پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰

جو ۱۹۹۸ء سے اعراف پبلیشرز کے زیر استعمال

میں تھا اس پوسٹ بکس کے ذریعے منی آرڈر کی ترسیل

اور نہ معلوم افراد کی طرف سے خطوط بھیج کر کنفیوژن

پیدا کیا جاتا جس طرح کے رانگ کالز اور ڈمپ کالز

کر کے ہراساں کیا جاتا

جانتی تھیں۔ مگر اعراف کے اجراء کے بعد اس خاتون نے پہلی بار مجھ سے تفصیلی گفتگو کی اعراف پرچے پر ایک دو تبصرے کیے بعد
رفیق افغان کی برائیاں شروع کیں مگر میں نے کوئی اہمیت نہیں دی اس لئے میرے مزاج میں جہاں سنجیدگی ہے وہاں شرارت بھی ہے
ان کے اس خیال پر کہ رفیق افغان نے مختلف عورتوں سے ازدواجی تعلقات وسیع کر کے بہت غلط کیا ہے۔ میں نے بڑی تسلی سے
جواب دیا۔ ”رفیق بھائی کے پاس ماشاء اللہ پیسہ ہے مردانہ وجاہت ہے اور طاقت ہے اور پھر سب سے بڑھ کر اللہ نے ان کو عام
مسلمان کی طرح چار بیویاں رکھنے کی اجازت دی ہے۔ تو لوگ اس میں کیوں رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ یہ ان کا بنیادی حق ہے لوگوں کا
فرض ہے کہ ان کا حق دلائیں۔ نہ کہ ان کے کمرے میں چھپ چھپ کر دیکھیں۔ (پہلی دفعہ میں نے ثروت جمال اصمعی کی شان میں
تھوڑی سی گستاخی کی) مزید یہ کہ میں نے شاہدہ کو بھابھی کہہ کر مخاطب کیا اور کہا کہ بھابھی کہنے پر آپ کو اعتراض تو نہیں؟ بہرحال
بات مذاق میں ختم ہوگئی“۔ شاہدہ کے کئی فون آئے اسے یہ بھی فکر لاحق تھی کہ ماہنامہ اعراف کو سرمایہ کون دیتا ہے؟ رفیق افغان کی کوئی
کہانی تو میں شائع نہیں کر رہا ہوں یا آئندہ کسی پرچے میں شائع کرنے کا پروگرام تو نہیں؟ جس طرح کے محمد طاہر نے اپنے ہفت روزہ
وجود میں شائع کیا تھا تکبیر سے جو افراد نکلے یا نکالے گئے ان میں سے تین افراد نے پرچے نکالے ثروت جمال اصمعی نے ماہنامہ
فاتح نکالا محمد طاہر نے ہفت روزہ وجود اور راقم الحروف نے ماہنامہ اعراف انٹرنیشنل، وجود چھ مہینے سے زیادہ اپنا وجود برقرار نہ رکھ سکا
فاتح، فاتح عالم نہ بن سکا۔ اور ہمارا پرچہ ماہنامہ اعراف ایک سال سے زیادہ اعراف کی بلندیوں پر قائم نہ رہ سکا۔ ہمارے لئے

مسائل بہت سنجیدہ ہوتے جا رہے تھے۔ اعراف کے آخری چھ ماہ ہم اپنی ساری سرمایہ کاری نیز اپنی بچت اس پر لگا چکے تھے۔ دواؤں کا کام بالکل ختم ہوتا جا رہا تھا۔ افرادی قوت بار بار توڑی جا رہی تھی۔ ٹیم بنتی اور ٹوٹ جاتی۔ ان دو کاری ضرب کے علاوہ تیسرا وار ہم پر یہ کیا گیا کہ جن اشتہاری پارٹیوں سے ہمارا سالانہ یا چھ ماہ کا ایگریمنٹ تھا انہیں اشتہار دینے سے روک دیا گیا۔ اس کام میں رکاوٹ ڈالی گئی۔ ہمارا ایک پرچہ جماعت اسلامی کے اجتماع عام پر خاص نمبر تھا۔ اس میں ہم نے اچھا بزنس کیا۔ کراچی سے اور لاہور سے بھی، لاہور میں نعیم مسعود ہیں ان سے سید اصغر عباس ہاشمی نے رابطہ کرایا تھا۔ جب کاپی تیاری کے آخری مراحل میں تھی۔ تو سید اصغر عباس ہاشمی کا فون آیا کہ آپ کاپی لیٹ کر دیجئے میں دو تین اشتہار دے رہا ہوں لیکن میں نے انکار کر دیا کیونکہ پرچے کو جماعت اسلامی کے اجتماع عام میں لانا ضروری تھا، دوسرے پروفیسر متین الرحمٰن مرتضٰی مشیر اعراف کی تنبیہ تھی کہ پرچہ کبھی مقررہ تاریخ سے لیٹ نہ ہو ورنہ یہ پرچے کی موت ہوتی ہے، تیسرے جن پارٹیوں کے اشتہارات ہیں۔ ان سے ریکوری آسان ہو سکے کیونکہ یہ اشتہار اس بنیاد پر حاصل کیے گئے تھے کہ اجتماع عام میں پرچہ تقسیم کیا جائے گا۔ بہر حال پرچہ پھر بھی ایک دو دن ان کی وجہ سے تاخیر کا شکار ہوا، رہی سہی کسر ہمارے پریس مین نے پوری کر دی پرچہ تاخیر سے چھاپ کر دیا یوں یہ شمارہ جماعت اسلامی کے اجتماع کے اختتامی شام کو لاہور پہنچا۔ یہ وہ شفاف بددیانتی تھی جو ہمارے ساتھ اس طرح کی گئی کہ۔ بقول شاعر کہ تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو یوں ہمارے ادارے کو 80، 85 ہزار کی رقم سے محروم ہونا پڑا۔ ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ ماہنامہ اعراف کے شروع کے

پانچ شمارے (نو پروفٹ نو لاس) کی بنیاد پر شائع ہوئے۔ ایک اہم اور تعجب خیز بات یہ تھی کہ تکبیر میں کام کرنے والے ملازم ہمارے پاس آتے اور ٹھہرتے مثلاً پیسٹر محبوب، کمپوزر وہ ہمارے ساتھ کام کرنے میں دلچسپی تو لیتے مگر تنخواہ زیادہ طلب کرتے اور کام کرتے ہوئے کوشش کرتے کہ پرچہ تاخیر کا شکار ہو۔ ماہنامہ اعراف کی اشاعت کو جاری رکھنے اور اس کو ایک منظم پلیٹ فارم کے طور پر مستحکم کرنے کے لیے ہم نے لابنگ مہم شروع کی جس کے لیے ادارے کی مدیرہ یعنی میری اہلیہ ملکہ افروز روہیلہ اور نہد یہ حسنی شام ہمدرد گئیں۔ واپسی پر نہد یہ حسنی اپنے گھر کے اسٹاپ پر اتر گیئں اور میری اہلیہ ملکہ افروز روہیلہ اپنے گھر کے قریب اتریں گھر اور اسٹاپ کے درمیان کچھ پیدل کا راستہ تھا اسی دوران جب وہ چل رہی تھیں تو ان کے قریب سے گزرتی ہوئی گاڑی میں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے ان کو ایک ہاتھ رسید کیا۔ جس سے وہ کافی خوف زدہ ہو گئیں۔ وہ گاڑی گلی میں مڑ گئی جب اس واقعہ کا ذکر ہم نے نصرت مرزا صاحب سے کیا پہلے تو انہوں نے مزاحیہ انداز میں کہا کہ کسی نے شاباشی دی ہے۔ پھر تشویش ناک لہجے میں بولے آپ پرچہ وغیرہ چھوڑ دیں میں آپ دونوں کو جنگ میں ملازمت دلوا دیتا ہوں ساتھ نصرت مرزا نے کہا کہ یہ اہی فرد کا کام ہے۔ اس وقت ہم نے کہا کہ سر پرچہ میں ہمارا پیسہ، وقت لگ چکا ہے۔ یہ بات ہم نے متین الرحمٰن مرتضیٰ سے کہی تو انہوں نے بھی سن کر تشویش کا اظہار کیا۔ ماہنامہ اعراف کا جب دوسرا شمارہ شائع ہوا تو اس کے اگلے دن ایک کال آئی کہ تمہاری میڈیسن کا کارخانہ کہاں ہے ہم وزٹ کرنا چاہتے ہیں میں نے پوچھا کہ آپ کس محکمہ سے ہیں جواب ملا کہ آ کر محکمہ خود سیٹ کرینگے پھر تیسرے دن گلبرگ تھانے سے فون

آیا کہ آپ کی انکوائری کرنی ہے؟ میں نے کہا بھائی کس بات کی؟ پھر تو اسی طرح کی دھمکی آمیز کالوں کا سلسلہ شروع ہو گیا ایک مرتبہ راشد نامی لڑکے کا فون آیا اور اس نے فون پر بہت غیر اخلاقی گفتگو شروع کر دیں۔ چونکہ ماہنامہ اعراف کی اشاعت کے بعد افراد مسلسل ہمارا ساتھ چھوڑ رہے تھے۔ لہذا ہم نے پروفیسر متین الرحمٰن مرتضٰی سے کہا کہ آپ اپنے کچھ طالب علموں کو ہماری طرف بھیج دیں تا کہ ان کو صحافت کی تربیت بھی ہو جائے اور ہمیں کچھ افرادی قوت بھی مل جائے اس سلسلے میں ہمارے پاس عنبرین حمید اور فوزیہ نامی دو لڑکیاں آئیں جن میں عنبرین حمید تو وہ ہیں جن کا ذکر آپ کتاب شہادت میں پڑھ چکے ہیں چونکہ یہ اپنے شوہر رشید احمد خان کے ساتھ آتی تھیں۔ اور ان کے شوہر کے نام سے ہی ماہنامہ اعراف میں مضامین اور رپورٹ شائع ہوتی تھیں۔ ان کی ہی زبانی ہمیں کچھ اور پس پردہ حقائق معلوم ہوئے۔ فوزیہ احمد کو دفتر سے گھر جاتے ہوئے کسی فرد نے تھریڈ کیا جس پر ان کا فون آیا اور انہوں نے کام کرنے سے معذرت کر لی۔ محبوب پیسٹر اپنے کام کے 3000 ہزار روپے لے رہا تھا جبکہ مارکیٹ ریٹ 1800 روپے تھا۔ لیکن 3 ماہ بعد ہی محبوب نے یہ شرط عائد کی کہ 6000 ہزار روپے لوں گا۔ جس پر میں نے واضح انکار کر دیا۔ لہذا محبوب پیسٹر کے بعد جاوید پیسٹرز سے رابطہ کیا جس سے جسارت اور تکبیر کے وقت سے واقفیت تھی اس رابطہ میں کام کی نوعیت اور اجرت طے ہو گئی۔ جاوید پیسٹر نے کام کا آغاز کیا رمضان کے دن تھے۔ پرچہ کی آدھی کاپیاں لگ گئی تھیں۔ مزید کاپیوں پر کام جاری تھا۔ کہ جاوید نے 4 سے 6 گھنٹے کا وقفہ طلب کیا کہ مجھے جسارت میں کام ہے۔ لہذا میں رات 1 سے 2 بجے تک آ کر کام مکمل کر دوں گا۔ مگر دو دن گزر گئے جاوید

پیسٹر کا کچھ پتہ نہیں جسارت فون کیا مجھے جاوید صاحب کا گھر معلوم تھا لہٰذا گھر گیا تو گھر پر موجود نہیں تھے۔ مختلف ناموں سے بھی جسارت فون کیا مگر کچھ پتہ نہیں چلا۔ پھر میں نے ارشد خرم جو تکبیر کے کاتب اور پیسٹر تھے۔ جن سے ثروت جمال اصمعی صاحب کی وجہ سے دیرینہ تعلق تھا۔ ان کو فون کیا کام کی اجرت کے ساتھ التجاء بھی کی کہ کام درمیان میں ہے لہذا اس کو مکمل کردیں۔ مگر انہوں نے معذرت کی پھر اختر ملیحی، محمد صدیق پیسٹر تکبیر و کلیم الرحمٰن ہفت روزہ فاتح اور دینی پرچوں کے پیسٹر تھے۔ مگر ہر طرف سے ایک ہی جواب معذرت۔ بہر کیف میری اندر ایک سوچ جو بڑی واضح ہے کہ یہ سب کام انسانوں نے تشکیل دیئے ہیں۔ اور مجھے اللہ نے تخلیق کیا ہے۔ لہذا میں ان پر غلبہ حاصل کرسکتا ہوں، یہ میرے ایمان کا بھی حصہ ہے۔ کوئی کام ناممکن نہیں ہاں کچھ مشکل ضرور ہے۔ لہذا اعراف کی پرانی کاپیاں سامنے رکھ کر پرچے کی تمام کاپیاں بڑی صفائی اور نفاست کے ساتھ جوڑنا شروع کیں پیسٹ کیں چونکہ فاضل طب الجراحت میں جو جراحت پڑھی تھی وہ پیسٹنگ کے وقت کاٹ پیٹ کرنے میں بڑی مددگار رہی اہل دانش نے صحیح کہا ہے کہ علم فن کبھی ضائع نہیں ہوسکتا بہر حال پرچہ کی اشاعت پر محبوب پیسٹر کا فون آیا دعا سلام خیر خیریت کے بعد سوال کیا کہ پیسٹر مل گیا سر جی آپ کا پرچہ تیار ہوگیا میں نے مارکیٹ میں دیکھا ہے پیسٹر کون ہے سر جی؟ میں نے جواب دیا کہ نیا پنجاب سے آیا ہے! شاید قدرت مجھ سے نادیدہ قوتوں کے ذریعے یہ کام اس لیے کرا رہی تھی کہ مستقبل میں اس کتاب کا ڈیزائن گرافکس اور کتاب کا مکمل کام مجھے خود ہی کرنا تھا تاکہ کتاب کی اشاعت ممکن ہوسکے۔ بہر حال تین یا چار سال بعد جاوید پیسٹر سے میری ملاقات جامعہ ستارہ بہ مقام نیپا

رقم الحروف ماہنامہ اعراف کی پیسٹنگ کرتے ہوئے

کس میں ہمت ہے ہماری پرواز میں لائے کمی

ہم پروں سے نہیں حوصلوں سے اڑا کرتے ہیں

چورنگی پر ہوئی۔ میں نے ان کو لفٹ کی پیشکش کی بہر حال نیپا سے حسن اسکوائر تک دوران سفر گفتگو میں جاوید صاحب کی آنکھوں میں ندامت تھی۔ جاوید صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ نصیر بھائی آپ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ میں نے تلخی سے ٹھنڈے لہجے میں جواب دیا کہ میں وہاں وہیں اسی ٹیبل اور کرسی پر اسی دفتر میں موجود ہوں جہاں آپ تین سال قبل اعراف پرچہ کی آدھی کاپیاں جما کر چھوڑ گئے تھے۔ جاوید صاحب کے چہرے پر ندامت اور شرمندگی مزید نمایاں ہوگئی۔ انہوں نے کہا کہ نصیر بھائی چھوڑیں اس بات کو’’ تو میں نے جواب دیا کہ جاوید صاحب میں اس نوعیت کی باتوں کو پس پشت اس لئے نہیں ڈال سکتا کہ میرے کاروبار کو ختم کرنے میں ایسی باتوں اور اسے افراد کا بہت زیادہ کردار رہا ہے۔ لہٰذا میں تو بھول نہیں سکتا اور نہ ہی معاف کر سکتا ہوں۔ جہاں تک جاوید صاحب رہا پیسوں کا سوال تو آپ نے میرے دفتر میں جب بھی کبھی کام کیا تو کیا۔ آپ کو ادائیگی دفتر کی سیڑھیاں اترنے سے پہلے کردی گئی۔ جاوید پیسٹر نے جواب دیا مجھے بل کے حوالے سے کبھی شکایت نہیں ہوئی۔ تو میں نے ہنستے ہوئے کہا کہ نام بتایئے اور وعدہ معاف گواہ بن جائیں۔ میدان حشر میں کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی۔ جاوید پیسٹر نے جواب دیا نصیر بھائی’’ آپ بھی انہیں جانتے ہیں’’۔ کاروبار میں مسلسل خسارہ اور لوگوں کے عدم تعاون کے زمانے میں ثروت جمال اصمعی صاحب کی اہلیہ رومیصاء بھابھی سے میری اہلیہ کی بات ہوئی تو ہماری معاشی مشکلات و پریشانیوں کے متعلق یہ سوال بھی اٹھا کہ کوئی بندش وغیرہ تو نہیں ہے۔ لہذا میری اہلیہ کو رومیصاء بھابھی نے بتایا کہ پچھلے دنوں جب اصمعی صاحب پر پریشانیاں تھیں تو ہم نے بھی عدیل صدیقی صاحب سے رابطہ کیا

تھا۔ جو بھی کاروباری پریشانی و دیگر مسائل ہیں وہ حل ہوئے۔ میں نے ثروت جمال اصمعی صاحب سے رابطہ کرکے ان کا آستانہ معلوم کیا اور وہاں گیا۔ عدیل صدیقی صاحب نے مجھے زعفران کے پانی سے تحریر کیے ہوئے تعویذ دیئے اور کہا کہ روز ایک نہار منہ پیئیں میں عجیب کشمکش کا شکار تھا۔ شعوری طور پر مسلمان ہونے کے بعد مولانا مودودیؒ کا ترجمہ قرآن اور تفسیر پڑھنے کے بعد ان چیزوں سے دور ہی نہیں باغی بھی ہوگیا تھا۔ لہذا ایڈوانس میں اللہ سے توبہ کرکے تعویز پیا یہ سوچ کر کہ زعفران کا پانی ہے کچھ نہیں تو قوت باہ میں اضافہ ہوگا۔ اس دوران میرے ایک اور محسن دوست اللہ ان کے مال اور رزق میں برکت عطا کرے (آمین) ان کی اہلیہ کو بھی کچھ شکایت تھی کہ ان کے خاوند ہاتھ سے نکل رہے ہیں انہوں نے بھی عدیل صاحب سے ملاقات کی عدیل صدیقی کی پیشہ ورانہ پیری نے ان کا آگاہ کیا یا ان کے موکل نے کہ آنے والے بڑے مال دار ہیں۔ لہذا ان کو پلیٹوں والے تعویز دیے۔ جس کی قیمت 6 سے 8 ہزار ماہانہ تھی اور مجھ بے روزگار سے 100 روپے دس دن کی خوراک کے لئے۔ یہ سلسلہ تین دن سے چار ماہ تک چلتا رہا۔ مگر معاملات وہی کے وہی رہے، ہنوز دلی دور است لیکن عدیل صاحب نے یہ سند جاری کردی کہ اب آپ پر کوئی برے اثرات نہیں مگر آپ کی اہلیہ پر ہیں لہذا ان کا علاج کیا جائے۔ بہر حال ایک ماہ اور یہ سلسلہ چلا پھر اہلیہ نے صاف منع کردیا۔ اور بقول عدیل صاحب کہ ان کی بھی طبیعت خراب ہوگئی پھر مجھے بھی کچھ خیال آیا کہ 4 ماہ سے زیادہ عرصہ ہوگیا ہے۔ چالیس دن میں تو نبوت مل جاتی ہے۔ نعوذ باللہ یہ اُس سے بڑا معرکہ ہے۔ بقول اقبال! خانقاہوں میں کہیں لذت اسرار بھی ہے؟ دراصل ثروت جمال

اصمعی صاحب کے معاملات درست ہونے کے در پردہ عدیل صدیقی صاحب کے علاج سے زیادہ نادیدہ قوتوں کی مہربانی شامل حال تھی۔ گزشتہ کئی مہینوں سے میرا دماغ کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ ذہن کے پردے پر ایک ساتھ کئی فلمیں چل رہی تھیں اور آپس میں سب گڈ مڈ بھی تھیں۔ ماہنامہ اعراف پرچہ میں افراد کا کام کرنے سے انکار کا کیا مطلب ہے۔ جب میں وہی تنخواہ دیتا ہوں جو دوسرے ادارے یا چھوٹے دفاتر دیتے ہیں مجھ سے بالاتر بات ہے، بہر حال مارچ 2001 میں ماہنامہ اعراف کا آخری شمارہ شائع کیا۔ حسب سابقہ اس وقت بھی جس لڑکے کو پرچہ کی تقسیم کیلئے رکھا تھا۔ اس کو فوری ملازمت مل گئی۔ اور وہ کام چھوڑ کر چلا گیا۔ گزشتہ ایک سال سے ماہنامہ اعراف پرچہ کی مسلسل اشاعت کی وجہ سے جو پیسہ گزشتہ سالوں میں جمع کیا تھا اعراف میں جذب ہو گیا تھا۔ ادویہ کا کام ختم تھا جو اسٹاکسٹ 10000 سے 12000 ہزار کا مال خریدتے تھے وہ 200 سے 300 کی بھی نقد ادائیگی کرنے کو تیار نہیں تھے میرے گھر پر قرض دار جمع ہونا شروع ہو گئے۔ معاملہ سمجھ سے بالاتر ہو گیا تھا کچھ دوستوں کا خیال تھا کہ بندش ہے، سفلی عمل کرایا ہے، کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ ایجنسیوں کے خلاف پرچے میں بہت کچھ شایع ہوا ہے اس لئے وہ تنگ کر رہی ہیں مگر میرا اپنا خیال تھا کہ میں اتنا بڑا آدمی نہیں ہوں کہ میرے پیچھے ملک کی تمام ایجنسیاں لگ جائیں اس لئے کہ ایجنسیوں کے پاس دیگر اور بھی کام کرنے کو ہیں۔ لہٰذا یہ صرف اس لابی یا اُن افراد کا کام ہے کہ جن لوگوں کے کالے سفید کارناموں کے سارے ثبوت ملکہ افروز روہیلہ اور حکیم سید نصیر الدین کے پاس ہیں اور وہ چشم دید گواہ ہیں نیز یہ کہ شادی سے قبل میں اس کتاب کے حوالے سے زہیر

مصطفیٰ سید سے اظہار بھی کر چکا تھا اور کافی عرصہ سے میں زہیر مصطفیٰ سید سے اپنے معاملات کو پوشیدہ رکھنے لگا تھا خاص کر ماہنامہ اعراف کا پہلا شمارہ شائع کر کے جب میں نے ان کے سامنے رکھا تو وہ حیران رہ گئے ۔ دراصل مجھے زہیر مصطفیٰ سید صاحب پر اُس وقت شبہ ہوا جب میں اور میری اہلیہ ملکہ افروز سعدیہ انجم کا خط، واکی ٹاکی سیٹ لے کر زہیر مصطفیٰ سید کے اسکول پہنچے، دوسری مرتبہ جب رمضان میں زہیر مصطفیٰ سید مجھے اپنے اسکول بلا کر قیصر خان سے ملاقات کرائی یہ وہی قیصر خان ہیں جب میری اہلیہ ملکہ افروز روہیلہ نے تکبیر سے استعفیٰ دیا تو قیصر خان کا فون آیا اُنہوں نے میری اہلیہ سے کہا کہ اب آپ سعدیہ انجم کو بھول جائیں سعدیہ سے اب آپ کا کوئی تعلق نہیں، لہذا ہو سکتا ہے یہ ان تمام افراد کی طرف سے کوشش کی جا رہی ہو کہ ہم آزاد صحافت چھوڑ دیں یا فیلڈ سے آؤٹ ہو جائیں اور ہمارے معاشی حالات بھی اس حد تک خراب ہو جائیں کہ ہم محمد صلاح الدین پر کتاب کا خیال چھوڑ دیں۔

مارچ 2001 میں اعراف کا آخری شمارہ شائع ہوا۔ جولائی تک میں اس کوشش میں رہا کہ جو اشتہارات شائع ہوئے ہیں ان کی ادائیگی وصول کر لی جائے مگر لاکھ کوشش کے باوجود رقم نہ ملی۔ پھر ان حالات سے تنگ آ کر میں نے اپنے دوست دینی بھائی طارق جمیل جنرل سیکریٹری پاسبان اور موجودہ صدر پاسبان ہیں۔ ان کی اہلیہ میری اہلیہ کی دوست ہیں۔ لہذا ان سے رابطہ کیا صورت حال پر گفتگو کی ان کا خیال تھا کہ اگر آپ نے ساڑھے تین چار لاکھ روپے صرف کیے ہیں تو میں بھی اس میں اتنی ہی رقم کی انویسٹمنٹ کر دیتا ہوں آپ اس پرچہ کو جاری رکھیں مگر میں نے کہا کہ میرے پاس آفس بوائے 10 دن سے زیادہ نہیں رکتا تو میں کس طرح

پرچہ کو جاری رکھ سکتا ہوں جو صورت حال تھی وہ میں نے بیان کی اس پر وہ خود بھی سوچ میں پڑ گئے۔ دوسرے پروفیسر متین الرحمٰن مرتضٰی صاحب کا بھی یہ خیال تھا کہ دوسرے کی سرمایہ کاری سے آزاد صحافت ختم ہو جاتی ہے۔ پروفیسر متین الرحمٰن مرتضٰی نے اعراف کے اجراء سے لے کر آخری شمارے تک ہر ہر قدم پر ہماری رہنمائی کی اور ان کے مشوروں پر عمل کرتے ہوئے ہم نے ماہنامہ اعراف کو خوب سے خوب تر بنایا۔ اُس وقت خالد بٹ اور طارق جمیل میری مشکلات کو دیکھتے ہوئے میرے پرچے میں سرمایہ کاری کے لئے تیار تھے۔ لیکن میں نے اعراف کی جو پالیسی رکھی تھی، وہ یہ تھی اور یہ ہے کہ اس رسالے کا مقصد دعوت رسالت کو عام کرنا مثبت و تعمیری فکر کی ترویج کے ساتھ سیاست معیشت معاشرت، حزب اختلاف و اقتدار کی صفوں میں حق و سچائی کے رنگ کو غالب کرنا، اور یہ قرآن کی سورۃ اعراف سے لی گئی ہے ”ان دونوں گروہوں کے درمیان ایک اوٹ حائل ہوگی جس کی بلندیوں (اعراف) پر کچھ اور لوگ ہوں گے۔ یہ ہر ایک کو اس کے قیافہ سے پہچانیں گے اور جنت والوں سے پکار کر کہیں گے کہ سلامتی ہو تم پر یہ لوگ جنت میں داخل تو نہیں ہوئے مگر اس کے امیدوار ہوں گے۔ اور جب ان کی نگاہیں دوزخ والوں کی طرف پھریں گی تو کہیں گے۔ ”اے رب! ہمیں ان ظالموں میں نہ شامل کی جیو۔“ پھر یہ اعراف کے لوگ دوزخ کی چند بڑی بڑی شخصیتوں کو ان کی علامتوں سے پہچان کر پکاریں گے کہ دیکھ لیا تم نے آج نہ تمہارے جتھے تمہارے کسی کام آئے اور نہ وہ سازوسامان جن کو تم بڑی چیز سمجھتے تھے۔ اور کیا یہ اہل جنت وہی لوگ نہیں ہیں جن کے متعلق تم قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ ان کو تو خدا اپنی رحمت میں سے کچھ بھی نہ دے گا؟ آج انہی

سے کہا گیا کہ داخل ہو جاؤ جنت میں تمہارے لیے نہ خوف ہے نہ رنج۔" اس پالیسی کی وجہ سے میں نہیں چاہتا کہ میرا کوئی دوست، خیر خواہ آمائش میں آئے۔ میں نے ان سے کہا کہ اب پرچے کی فوری اشاعت ممکن نہیں ہے۔ لہذا آپ میرے ساتھ تعاون کریں کہ کچھ رقم مجھے قرض دیں تا کہ میں چھوٹے بل وغیرہ ادا کر کے اپنے ہربل میڈیسن کے کام کو تمام توجہ کے ساتھ نئے سرے سے شروع کروں نیز میں نے اس بات کی بھی کوشش کی کہ ملک سے باہر نکل جاؤں پہلی دفعہ شدت سے احساس ہوا کہ پاکستان میں صرف ۔۔۔۔ ، بے ایمان وضمیر فروش ہی باعزت زندگی گزار سکتے ہیں۔ پاکستان میں صرف ذلیل اور زمین کی قیمت بڑھی ہے۔ ایک آدمی بھی ایمانداری سے اپنا کام نہیں کر سکتا ہے۔ لہذا میں نے اپنے پاسپورٹ کے ری نیو کی درخواست دی مگر قسمت کی خرابی ان ہی دنوں 9/11 کا واقعہ رونما ہو گیا۔ لہذا میں ملک سے باہر نہ جا سکا۔ طارق جمیل سے میں نے جو قرض لیا وہ اس اُمید پر لیا تھا کہ میری میڈیسن کی ان شااللہ دوبارہ اُسی طرح فروحت شروع ہو جائیگی تو میں ان کو ادا کر دوں گا مگر مجھے یہ خیال بھی نہ تھا کہ میرا سرمایہ، محنت، وقت، تعلقات سب کے سب ایک منصوبے کے تحت ضائع کیے جائیں گے طارق بھائی سے رقم لیکر میں نے اس وقت تمام ملازمین سمیت چھوٹے چھوٹے بل ادا کئے۔ بہر حال ان تمام معاملات سے فارغ ہو کر میں نے اپنی پوری توجہ ہربل ادویہ کی جانب کر لی اور اخبارات میں اشتہارات دیئے اور ساتھ ہی ایک اور پروڈکٹ جنون ہربل کیپسول لانچ کر دی۔ جنون ہربل کیپسول پروڈکٹ کے اشتہار پر کافی عرصہ تک میں نے نہ اپنا فون نمبر اور نہ موبائل نمبر دیا اس طرح یہ معاملہ کچھ عرصہ بہتر چلا مگر پھر

رابطہ نمبر دینے پر وہی صورتحال کہ دوکان داروں کا عدم تعاون اور ادائیگی کیلئے بار بار چکر لگانا۔ ایک گاڑی FX لی کیوں کہ مجھے موٹر سائیکل پیر کی وجہ سے چلانی نہیں آتی تھی۔ اور گاڑی میں بھی میں نے پیر کی جگہ ہاتھ کا بریک تنصیب کروایا۔ اور اس طرح میں خود سیلزمین کے طور پر دوکانوں پر اپنی پروڈکٹ سپلائی کرتا اگر اس وقت بھی مجھے دو تین سال آرام سے کام کرنے دیا جاتا تو مجھے اللہ کی ذات پر پورا یقین ہے کہ میں اپنی پرانی پوزیشن پر واپس آجاتا۔ جن دنوں میں نے طارق جمیل سے لون لیا تھا اور اپنی پروڈکٹ کی اخبار میں اشتہاری مہم کے ساتھ میں نے اپنی پروڈکٹ کے سپلیمنٹ بھی شائع کیے اُس وقت ایک اخباری سائز کا سپلیمنٹ چھپائی اور تقسیم کے ساتھ 80 پیسہ کا پڑتا تھا۔ اس میں مشہور ڈاکٹر حکیم اور ہومیو پیتھک کے انٹرویو وغیرہ کے ساتھ اپنی پروڈکٹ کے اشتہارات شائع کر کے اس کو صدر ٹاور وغیرہ پر تقسیم کرواتا تھا۔ اس سے مجھے دو سے تین دن میں بہتر رزلٹ مل جاتا تھا۔ اسی دوران میں میں صدر کے ایک مشہور میڈیکل اسٹور پر آرڈر بک کرنے گیا اس نے کہا آج صبح آپ کے دفتر سے فون آیا تھا کہ آپ کے مالک کے پوچھ رہے تھے کہ پلیوزائیس ٹانک کی سیل کیسی جا رہی ہے۔ سیلزمین کون سا آتا ہے؟ دوکان دار نے کہا کہ مجھے نام تو معلوم نہیں مگر جن کے پیر میں تکلیف ہے وہ آتے ہیں ہر پندرہ دن پر؟ دوکان سے باہر آکر میں نے چائے کے ہوٹل پر بیٹھ کر ٹھنڈے انداز سے سوچا کہ یہ کیا کہانی ہے؟ کہ جس پروڈکٹ کا مالک میں سیلزمین آرڈر بکر میں منیجر مینوفیکچر میں خود ہوں تو یہ فون کہاں سے آیا اور کس نے کیا؟ اسی طرح فیڈرل بی ایریا میں ایک میڈیکل اسٹور ہے گزشتہ دونوں اپنی دوکان فروخت کر کے ملک سے باہر

ہربل ادویہ کی تشہیر کے لیے شائع ہونے والے سپلیمنٹ کا عکس

چلا گیا وہ دوکاندار بڑی محبت اور خلوص سے ملتا اور مال خریدتا تھا ایک دفعہ اس نے کہا کہ آپ کے پیچھے آپ کی پروڈکٹ کو فروخت کرنے سے منع کیا جاتا ہے اور وہ اخبار کا پریس کارڈ دکھاتے ہیں۔ اسی طرح میٹرک بورڈ آفس کے سامنے ایک معروف ہیومیو اسٹور ہے۔ اس کے مالک کا بھی کہنا تھا درپردہ آپ کی پروڈکٹ فروخت کرنے کے خلاف کوئی مہم چلاتا ہے اس لیے ہم آپ کو مزید آرڈر نہیں دیتے۔ دسمبر 2001 میں جب ماہنامہ اعراف پرچے کو بند ہوئے آٹھ نو ماہ کا عرصہ گزر گیا تھا۔ اس وقت پریشانی بہت بڑھتی جا رہی تھی۔ ادویہ کا کام لاکھ کوشش کے باوجود مستحکم نہیں ہو رہا تھا۔ وہ پہلی عید تھی جب پروفیشنل زندگی کے آغاز کے بعد میں نے اور میری اہلیہ نے نئے کپڑے نہیں بنائے۔ اس وقت عید کے تیسرے دن صبح کے پانچ بجے آرام باغ تھانے کی پانچ گاڑیاں جس میں گلشن اقبال تھانے کی بکتر بند گاڑی بھی تھی۔ سید اصغر عباس ہاشمی کی تلاش میں پہلے بھائی جان کے گھر واقع اللہ نور اپارٹمنٹ کے گھر پر چھاپہ مارا وہاں انہیں نہ پا کر پولیس کا یہ قافلہ ہمارے گھر پہنچا حالانکہ سید اصغر عباس ہاشمی ہمارے گھر کبھی قیام نہیں کرتے تھے۔ میں نے ایک پولیس آفیسر سے یہ پوچھا کہ گرفتاری کا وارنٹ ہے۔ یا گھر کی تلاشی کے وارنٹ دکھائیں بہر حال پولیس کا مقصد گھر کی تلاشی لینا نہیں تھا۔ کیونکہ ان کے علم میں یہ بھی تھا کہ سید اصغر عباس ہاشمی اس دفعہ کراچی آئے ہی نہیں ہیں۔ اس پولیس چھاپے کا مقصد محض خوف وہراس پھیلانا تھا۔ اس واقعہ کے بعد دن میں فون آیا کہ ماہنامہ اعراف کا دفتر ہے میں نے کہا جی مگر پرچہ آنا بند ہو گیا ہے۔ آپ کو کیا کام ہے۔ مجھے ایک رپورٹ دینی ہے چونکہ آپ لوگ بدعنوان عناصر کے خلاف رپورٹ شائع کرتے ہیں۔

میں نے پوچھا کہ کیا رپورٹ ہے؟ تو اس نے کہا کہ ایک فرد نے غبن کیا ہے اور پولیس اس کے لئے چھاپے مار رہی ہے۔ آج صبح اس کے بھائی کے گھر بھی گئی تھی۔ میں نے خاموشی سے فون رکھ دیا۔ چونکہ اسی طرح کی کالوں کا سلسلہ ماہنامہ اعراف کی اشاعت کے بعد بہت بڑھ گیا تھا۔ شروع میں ہم غصہ کرتے تھے۔ پھر صبر کرنے لگے۔ سید اصغر عباس ہاشمی کے خلاف ایک ایف آئی آر کاٹی گئی کہ ان پر الزام تھا کہ انہوں نے ہفت روزہ تکبیر کے پانچ چھ لاکھ کے لگ بھگ رقم کا غبن کیا ہے۔ تکبیر کی جانب سے یہ ایف آئی آر میرے اور سید اصغر عباس ہاشمی کے مشترکہ دوست خالد غوری کے توسط سے درج کرائی گئی۔ خالد غوری بھی تکبیر کے شعبہ اشتہارات میں ہمارے ساتھ تھے۔ اور ان کو رفیق افغان نے شعبہ اشتہارات میں بھرتی کرایا تھا۔ آرام باغ تھانے میں یہ ایف آئی آر درج کی گئی۔ سید اصغر عباس ہاشمی عید منانے کراچی آتے تھے۔ اور بھائی جان کے گھر بھی قیام کرتے تھے۔ اس واقعہ کے سبب کچھ عرصہ تک سید اصغر عباس ہاشمی بہت پریشان رہے۔ کراچی کی آمد بھی ان کی خفیہ طور پر ہوئی پھر جب وہ واپس لاہور گئے۔ تو نہ معلوم نادیدہ قوتوں نے ان کے اور رفیق افغان کے مابین معاملات کو اس طرح طے کرایا کہ ان کی F.I.R دبا دی گئی۔ سید اصغر عباس ہاشمی کے نے رفیق افغان کو ادائیگی بھی کی۔ اس سارے معاملے میں سید اصغر عباس ہاشمی کتنے قصوروار تھے۔ کیا واقعی انہوں نے تکبیر کے پیسوں کا غبن کیا تھا؟ یا کوئی اور معاملہ تھا۔ میں اس سے آج بھی لاعلم ہوں۔ ہاں لیکن ایک بار سید اصغر عباس ہاشمی نے ایک سوال کے جواب میں یہ ضرور کہا تھا کہ میں اس رفیق افغان ــــــ کو اب تک ساڑھے چار لاکھ سے زیادہ یعنی پانچ لاکھ کی رقم ادا کر چکا ہوں

سب سے زیادہ شائع ہونے والا صبح کا دوسرا بڑا اخبار

تم وہ بہترین اُمّت ہو جسے انسانوں (کی اصلاح) کے لئے میدان میں لایا گیا ہے۔ (القرآن)

Daily **UMMAT** Karachi.

روزنامہ اُمّت کراچی

اے بی سی سے باقاعدہ تصدیق شدہ اشاعت

جلد ۶: شمارہ ۱۲۶ | جمعرات ۴ شوال المکرم ۱۴۲۲ھ ۲۰ دسمبر ۲۰۰۱ء | قیمت ۵ روپے

THURSDAY DECEMBER 20, 2001 Regd:S.S-944

اسلام آباد (نمائندہ خصوصی) دفتر خارجہ کے ترجمان عزیز احمد خان نے کہا ہے کہ ہندوستان کی جانب سے مختلف حیلوں بہانوں

''تکبیر'' کی رقم ہڑپ کرنے والے کی تلاش

کراچی (اسٹاف رپورٹر) کراچی پولیس نے ہفت روزہ ''تکبیر انٹرنیشنل'' کی تقریباً 4 لاکھ روپے کی رقم خورد برد کرنے کے الزام میں اصغر عباس نامی شخص کے خلاف مقدمہ درج کرکے تفتیش شروع

باقی صفحہ 2 کالم 2 پر

پاکستان نے ایک بار پھر امریکہ، برطانیہ اور چین کو علاقے کی بگڑتی ہوئی صورتحال سے پہلے ہی آگاہ کر دیا ہے۔

بقیہ تکبیر کی رقم

کردی ہے اس سلسلے میں پولیس نے گزشتہ روز اصغر عباس کی تلاش میں اس کے بھائی کی رہائش گاہ پر بھی چھاپہ مارا تھا تاہم ملزم گھر پر موجود نہیں تھا پولیس کے مطابق اس کے بھائی نے یقین دہانی کرائی ہے کہ وہ اصغر عباس کی تلاش میں تعاون کریں گے۔ واضح رہے کہ اصغر عباس نے یہ رقم ''تکبیر'' میں شائع ہونے والے اشتہارات کی مد میں خورد برد کی ہے۔

بقیہ بھارت

متحدہ کے ممکنہ کردار سے متعلق پاکستانی تجویز مسترد کردی ہے بھارت

سید اصغر عباس ہاشمی کے خلاف شائع ہونے والی خبر کا عکس

لیکن وہ ____ اب بھی باز نہیں آتا ہے۔ سید اصغر عباس ہاشمی بھائی کے بارے میں میری یہ رائے تو ضرور ہے کہ اس کا کمیشن اتنا زیادہ ہوتا تھا کہ وہ تکبیر شعبہ اکاؤنٹ کو یہ کہہ کر اپنا کمیشن مجھ سے وصول کراتا کہ نصیر الدین سے میں نے قرض لیا اور میں اس کی رقم وصول کر کے کراس چیک سے ادا کرتا تھا۔ تو پھر اس کو غبن کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ بھائی سید اصغر عباس ہاشمی نے ایک بار ایک ملاقات میں مزید یہ بتایا کہ میں نے جو بریانی سینٹر کھولا تھا۔ اس کو بند کرنے کو کہا گیا تھا۔ یہ بات میری سمجھ سے بالاتر تھی کہ تکبیر کے مینجر شفیق الرحمٰن جنہوں نے تکبیر میں رہتے ہوئے اپنا اسکول قائم کیا وہاب صدیقی جو سرکولیشن منیجر تھے۔ انہوں نے بیکری قائم کی پھر آپ کے بریانی سینٹر پر کوئی کیوں اعتراض کرتا ؟۔ میرا اپنا خیال ہے کہ سید اصغر عباس ہاشمی نے جب تکبیر میں رفیق افغان اور ثروت جمال اصمعی کے درمیان تنازعہ چل رہا تھا اس وقت تو وہ بظاہر اصمعی صاحب کا ساتھ دیتے رہے تھے مگر درپردہ محمد طاہر کے حامی تھے اور انہوں نے رسالہ ہفت روزہ وجود کو سپورٹ بھی کیا تھا۔ ساتھ ہی ایک اور پرچہ **Weekly ORBIT** بھی جو کراچی سے شائع ہوتا تھا۔ جس میں ان کا نام **S.A.A.Hashmi** کے نام سے آتا تھا (ان کے ساتھ ایک عروج نفیس نامی لڑکی **ORBIT** میں کام کرتی تھی جو گزشتہ دنوں الحمرا کمیونیکیشن میں بھی کام کر رہی تھی) اس کا دفتر انہوں نے **116** ایوان مشرق ایبٹ روڈ لاہور میں قائم کیا جو بعد میں الحمرا کمیونیکیشن کا نقطہ آغاز بنا۔ ساتھ ہی ان کے انٹلی جنس ایجنسیوں سے تعلقات بھی زبان زدعام تھے وہ انٹلی جنس ایجنسی جو محمد طاہر کو بیک فراہم کرتی تھی۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ مجھے ماہنامہ اعراف میں بھی ایک

Chief Executive
Inam Ullah Khan
Chief Editor
Khalid Khan
Editor
Safia Rashid Khan
Executive Editor
Ovais Asad Khan
News Editor
Shakoor Nizamani
Assistant Editor
Ghulam Akbar Narejo
Joint Editor
Asghar Javed Shirazi
Resident Editor
Waqar Shaikh
Cartoonist
Munawar Abro
Graphic Designers
Afsar Khan , Qurban Solangi
Photographer
Abdul Rafique
Marketing Team
Karachi
Saleem Zaman Khan
Muhammad Arif
Lahore
S. A. A. Hashmi
Tel: (042) 6372410,
Mob: 0320-4253210,
Urooj Nafees
Faisalabad
Afzal Shahid
Islamabad
Manzoor Ahmed Sulehria
Tel:(051) 2275758
Mob:0320-4926106
Sultan Bashir
Head Office: 905, Al-Falah Court
I.I.Chundrigar Road, Karachi:
Tel: 2210710-11, Fax: 2210712

Orbit

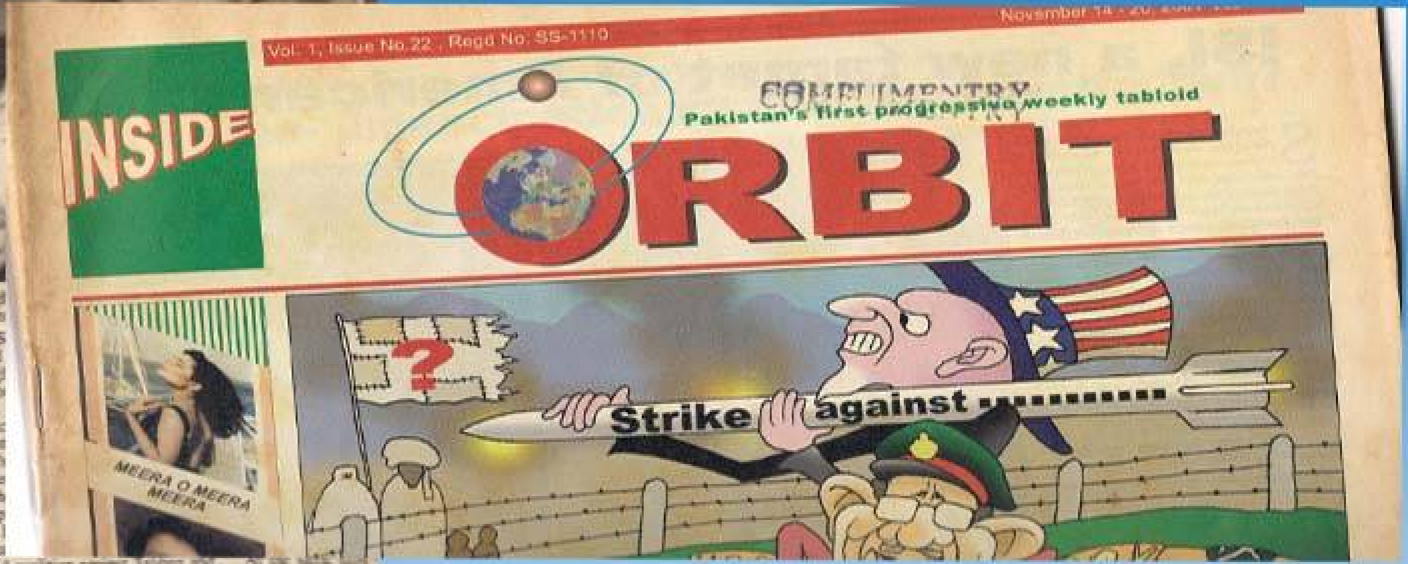

Vol. 1, Issue No.22 , Regd No. SS-1110
November 14 - 20, 2001
COMPLIMENTRY
Pakistan's first progressive weekly tabloid
ORBIT

اوربٹ (ORBIT) کے اُس شمارے کا عکس جس میں
سید اصغر عباس ہاشمی کا نام درج ہے

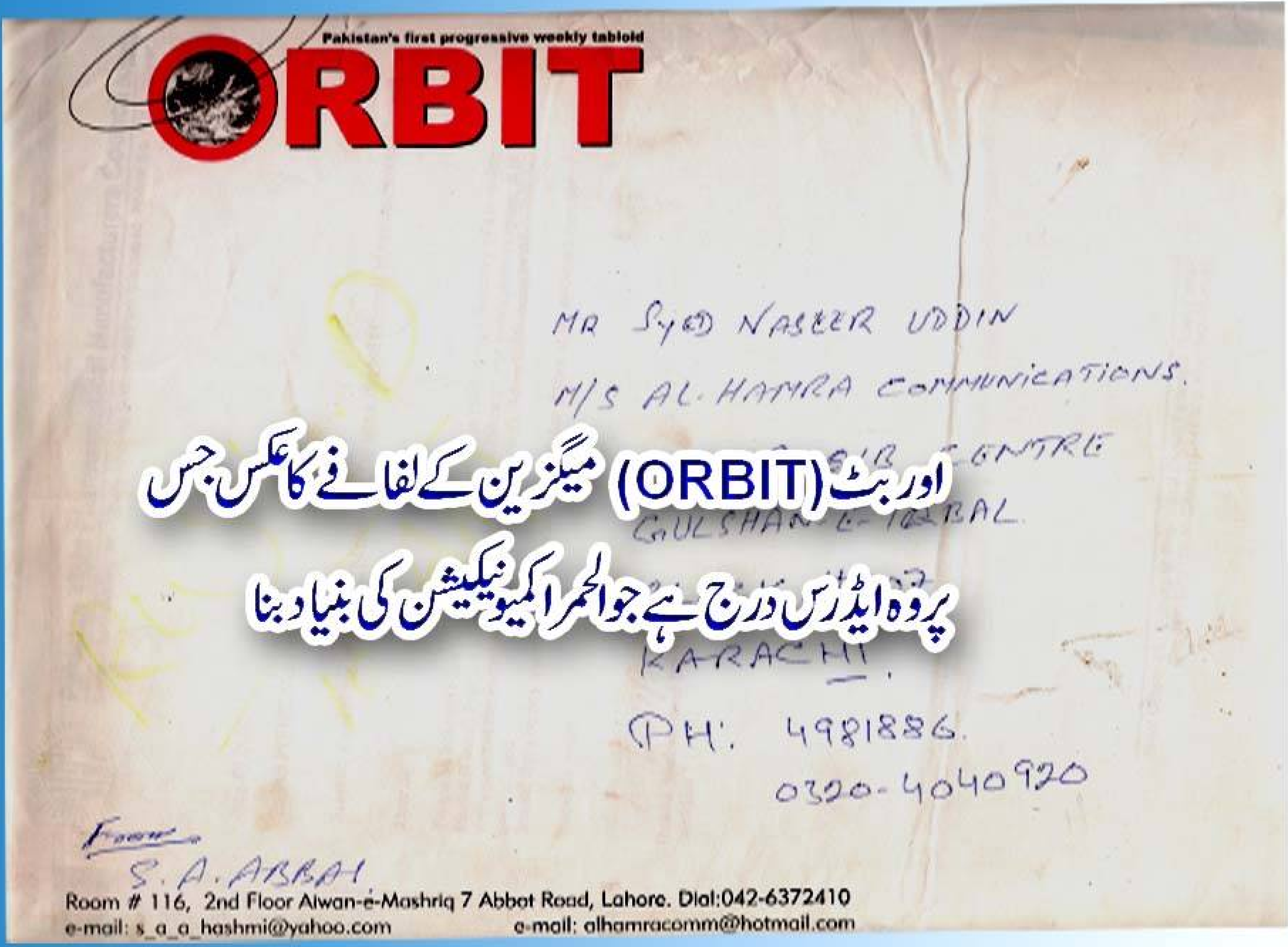

اوربٹ (ORBIT) میگزین کے لفافے کا عکس جس
پر وہ ایڈریس درج ہے جو الحمرا کمیونیکیشن کی بنیاد بنا

نمائندے خصوصی کی رپورٹ سید اصغر عباس ہاشمی کے توسط سے موصول ہوتی تھی۔ جو ہم شائع بھی کرتے تھے۔ اس میں سے ایک رپورٹ کا عکس دیا جا رہا ہے۔ 15 جنوری 2002 میں جب مسائل رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے میری زندگی میں طلاطم کی کیفیت تھی مجھے ہفت روزہ تکبیر کی طرف سے چار سال بعد مظہر حسین ایڈووکیٹ کی جانب سے ایک نوٹس موصول ہوا جس میں کہا گیا کہ اسی ہزار آٹھ سو روپے کے واجبات ادا کیے جائیں ورنہ ہم قانونی حق محفوظ رکھتے ہیں انہوں نے اس نوٹس میں غیر مہذبانہ زبان استعمال کرتے ہوئے مجھے ایجنٹ کہہ کر مخاطب کیا۔ جس کا میں نے جواب دیا کہ میں تکبیر کے شعبہ اشتہارات میں بطور ایجنٹ کام نہیں کرتا تھا بلکہ میں اس کا کاروباری نمائندہ تھا۔ میں نے استعفیٰ اس لئے نہیں دیا کہ انہوں نے مجھے اپائنٹمنٹ لیٹر نہیں دیا تھا۔ اس واقعہ سے کچھ مہینے پہلے انتہا کی معاشی تنگی میں سعدیہ انجم بنت محمد صلاح الدین کی طرف سے ملکہ افروز روہیلہ کو رقم کا لفافہ بھی بھیجا گیا مگر ہم نے شکریہ کے ساتھ واپس کر دیا تھا اور ان سے یہ درخواست کی کہ وہ تکبیر سے ملکہ کے واجبات کے حوالے سے بات کریں) پھر سعدیہ انجم کے درمیان آنے سے یہ طے پایا کہ میری اہلیہ جو ہفت روزہ تکبیر میں کارکن تھیں ویج بورڈ کے حساب سے ان کی گریجویٹی رقم میں سے وہ رقم منہا کر لی جائے جو مجھ پر نہیں بلکہ ان کلائنٹ پر واجب الادا تھی جنہوں نے ادائیگی نہیں کی تھی۔ لیکن چونکہ اشتہارات میرے ذریعہ سے پرچے میں لگے تھے۔ اس لئے اس کا خمیازہ مجھے بھگتنا پڑا۔ تکبیر نے ملکہ افروز کی گریجویٹی رقم میں سے وہ رقم منہا کر کے باقی کی ادائیگی بھی تقریباً دس گیارہ ماہ کے عرصہ میں قسط وار ادا کی اس سے قبل تکبیر سے سبکدوش ہونے

ہفت روزہ تکبیر کی طرف سے قانونی نوٹس کا عکس

Syed Mazahir Hussain
Advocate High Court

A-1, 3rd Floor, Namco Centre, Campbell Street, Karachi.
Ph: 2626613

15th January, 2002

LEGAL NOTICE

Mr. Hakeem Syed Nasiruddin
(Ex-booking agent for advertisement)
Flat No. A-24, Ala Noor Apartment,
Block No.7, Gulshan-e-Iqbal,
Karachi.

Dear Sir,

Under the instructions and on behalf of my client Messers Weekly Takbeer, having office at 3-A, Third Floor, Namco Centre, Campbel Street, Karachi, I have to address you as under:—

That my client a publisher of weekly Magazine Takbeer, having International repute and vide circulation in Pakistan and abroad.

That you had been agent for booking of advertisement to publish in said weekly magazine Takbeer, which published in accordance with your booking.

That while checking the record of the accounts section pertaining to the years 1995 to 1997 you have not paid the amount of advertisement of following companies which comes to Rs.80,800/- (Rupees eighty thousand eight hundred only).

Continued....

Syed Mazahir Hussain
ADVOCATE HIGH COURT

Continuation sheet 1

1)	Markaz ul Uloom	Rs. 7,000/-
2)	Scholars Secondary School	Rs.14,000/-
3)	Darul Uloom Farooq-i-Azam	Rs. 2,500/-
4)	Anwar Industries	Rs. 8,500/-
5)	Afghan Surgical Hospital	Rs. 9,000/-
6)	Delux Hotel	Rs. 3,000/-
7)	Cool Ca[illegible]entre	Rs. 3,000/-
[illegible]	She[illegible] Khan	Rs.10,000/-
[illegible]	[illegible]	Rs. 7,500/-
[illegible]	[illegible]	Rs. 5,200/-
[illegible]	[illegible]	Rs. 8,500/-
12)	Waco Industries	Rs. 2,500/-
		Rs.80,800/-

That some of above parties were contacted by a representative of my client, who confirm that no payment is due with them and amount of advertisement were fully paid at the time of booking to you.

You are, therefore, hereby called upon to pay the said amount i.e. 80,800/- (Rupees eighty thousand eight hundred only) within two weeks to my client from receipt of this notice, failing which my client shall be constrained to sue you in competent Courts of Law Criminal and Civil for recovery of amount plus damages with interest thereon at your sole risk as to cost and consequences.

Yours faithfully,

(Syed Mazahir Hussain)
Advocate

Aug' 99

والے افراد جن میں ارشد خرم، جودت کامران، عرفان اعجاز الدین، محمود العزیز وغیرہ نے کورٹ میں رفیق افغان کے خلاف اپنے
واجبات کی وصولی کے لیے درخواست دائر کی میری اہلیہ ملکہ افروز روہیلہ کے پاس بھی آئے لیکن انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ وہ
اس جھگڑے میں پڑنا نہیں چاہتی ہیں کیونکہ ہمارے دل میں سعد یہ انجم کے لیے آج بھی وہی احترام عزت اور محبت ہے استعفی
دینے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جب ایک ادارے میں اتنی گند اچھالی جائے تو عزت کے ساتھ کنارے ہوجانا ہی بہتر ہوتا ہے۔
تکبیر کے بزنس منیجر سلمان شاہ رخ صاحب کے ساتھ محمد صلاح الدین کی شہادت کے بعد ایک واقعہ پیش آیا یہ اس وقت کا ذکر ہے
جب ثروت جمال اصمعی صاحب متحدہ کے افراد کی دھمکیوں کے بعد اپنا عزیز آباد والا مکان چھوڑ کر گلشن اقبال شفٹ ہوئے پھر بعد
ازاں رفیق افغان صاحب سے مالی تعاون کے بعد میٹروول تھرڈ میں اپنا ذاتی گھر خریدا اور بنوایا اس کی دیگر تفصیل آپ شہادت
کتاب میں پڑھ چکے ہونگے۔ سلمان شاہ رخ کو بھی ان ہی دنوں متحدہ کی طرف سے دھمکیاں دی گئیں۔ جب انہوں نے اس بات
کی شکایت علاقے کے ڈی ایس پی سے کی تو انہوں نے کہا کہ ”جناب یہ متحدہ کی کارستانی نہیں ہے یہ آپ کے اپنے ہی لوگ آپ کو
تنگ کررہے ہیں۔ ہوسکے تو آپ اپنے معاملات ان سے درست کیجیے“ پھر سلمان شاہ رخ کے معاملے میں بھی نادیدہ مہربان ملوث
ہوئے اور ان کا انچولی کا مکان سیل آؤٹ کر کے کچھ رقم رفیق افغان سے انہوں نے بطور لون لی اور حسن اسکوائر میں فلیٹ خرید کر
رہائش اختیار کی۔ ایک اور دلچسپ اور اہم بات یہ کہ مجھے ہفت روزہ تکبیر کے سابق کارکن جن کی تصویر اور اعلان لاتعلقی بھی تکبیر

میں شائع ہوا تھا انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ سلمان شاہ رخ صاحب ہی آواری ٹاور میں خاں صاحب (رفیق افغان) کے کمرے بک کراتے تھے۔ واللہ عالم اس بات میں کتنی سچائی یا حقیقت ہے لیکن میں نے سلمان صاحب کے ماتحت کی حیثیت سے دس بارہ سال کام کیا میں نہیں محسوس کرتا کہ وہ یہ کام کرتے ہوں گے پھر سب سے بڑھ کر وہ بیٹیوں کے باپ ہیں۔ لیکن پچھلے دنوں ان سے ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ بڑا المناک سانحہ ہوا۔ ان کی ایک بیٹی کو طلاق ہوگئی دوسری بیٹی کا جوانی میں انتقال ہوگیا۔ دوران گفتگو میں نے تکبیر سے ان کی علحیدگی کی وجہ جاننا چاہی تو انہوں نے کہا کہ رفیق افغان نے آواری ٹاور کے مالک کو بلیک میل کر کے اشتہارات کی اصل رقم سے بہت زیادہ طلب کی تھی۔ جس پر میں نے بحیثیت منیجر انکار کیا تو رفیق افغان چراغ پا ہوگئے جس کے سبب میں نے استعفیٰ دے دیا۔ شعبہ اشتہارات میں ایک اور کارکن تھے۔ واصف رانا جو پہلے تکبیر کے شعبہ اشتہارات میں آئے تھے۔ بعد میں امت شفٹ ہوگئے تھے ان کو محمد اکبر، مبشر فاروق، عامر فاروق اور حیدر نے تکبیر میں زودکوب کیا تھا واصف رانا کی ہنٹر سے پٹائی ہوئی تھی اخبار میں ان کی تصویر آئی کہ ان کا تکبیر یا امت سے کوئی تعلق نہیں، اصل معاملہ کیا تھا ہم یہ نہ جان سکے لیکن اس ڈیجیٹل کتاب کی اشاعت سے دو سال قبل میری صدر میں ان سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان کو اپنے ساتھ کام کی پیشکش بھی کی لیکن انہوں نے کچھ سوچ کر انکار کر دیا لیکن ماضی کے اس واقعہ سے متعلق انہوں نے بتایا کہ روزنامہ امت میں ان کا کمیشن واجب الادا تھا لیکن ادارہ دینے میں تامل کر رہا تھا ان کو پیسوں کی سخت ضرورت تھی ان کی اہلیہ اسپتال میں تھیں انہوں نے اپنے

کوارڈینیٹر ظفر اقبال زیدی (جو عطیہ اقبال زیدی کے برادر ہیں) نے کہا کہ آپ کسی کلائنٹ کی کیش رقم لائیں تو اس کو استعمال کر لیں جب آپ کا کمیشن کلیئر ہوگا تو آپ اُس رقم کو واپس جمع کر دیجئے گا واصف رانا نے کسی پارٹی سے وصول کی ہوئی رقم خرچ کر لی دوسرے دن واصف رانا کے خلاف نوٹس جاری ہوگیا کہ رقم فوری طور پر دفتر میں جمع کرائیں جب جمع نہیں کرائی تو ان پر ایک الزام یہ بھی لگ گیا کہ وہ رقم لے کر فرار ہوگئے ہیں لہٰذا دوسرے یا تیسرے دن جب وہ آئے تو محمد اکبر، مبشر فاروق، عامر فاروق ،حیدر نے تکبیر میں کمرہ بند کر کے ان کی ہنٹر سے پٹائی کی۔ انہی دنوں پھر مجھے ارشد خرم کے توسط سے معلوم ہوا کہ سلمان شاہ رخ نے تکبیر سے استعفیٰ دے کر روزنامہ اسلام اخبار میں ہیں۔ اور مجھے یاد کر رہے ہیں۔ لہذا میں وہاں گیا۔ انہوں نے کمیشن پر اشتہارات لانے کو کہا جس کیلئے میں نے معذرت کی اور کہا کہ اگر تنخواہ + پیٹرول + کمیشن ہو تو میں اشتہارات کیلئے کام کر سکتا ہوں۔ سلمان شاہ رخ ابھی ٹال مٹول سے کام لے رہے تھے کہ میں نے ڈائریکٹ اسلام اخبار کی انتظامیہ سے رابطہ کر کے ان کو اپنا C.V اور سابقہ ماہنامہ اعراف کے پرچے دیے، جس پر انہوں نے مجھے دوسرے دن ہی کال کر لی اور یوں مجھے روزنامہ اسلام اخبار میں اسٹاف رپورٹر کی حیثیت سے ملازمت ملی تو مبشر فاروق چیف رپورٹر تھے۔ مبشر فاروق کے ساتھ کام کرنے کا یہ دوسرا موقعہ تھا، پہلی ملاقات تو میری ہفت روزہ تکبیر ہوئی جب مبشر فاروق محمد اکبر یا رفیق افغان کے توسط سے ہفت روزہ تکبیر میں میں فری لانس رپورٹر تھے۔ مبشر فاروق افغان جہاد میں بھی شریک رہتے تھے۔ میرا ان سے تعارف قریبی رہائش کی وجہ سے بھی تھا۔ میں مسکن چورنگی پر اللہ نور

اپارٹمنٹ میں رہائش پذیر تھا۔اور مبشر فاروق قریب ہی ہارون سینٹر میں رہتے تھے۔دوسرے ان کے والد رکن جماعت اسلامی تھے اس وقت میری جماعت اسلامی کی طرف سے یہ ذمہ داری تھی کہ جو نئے افراد حلقہ میں شفٹ ہوئے ان سے ملاقات کی جائے لہذا ہماری جان پہچان کی ابتداء یہاں سے شروع ہوئی۔ان دونوں محمود احمد خان تکبیر کے مدیر منتظم کے طور پر کام کرتے تھے۔ رپورٹ کا انتخاب بھی ان کے فرائض میں شامل تھا اس وقت تکبیر میں تحقیقاتی رپورٹ کے 500 روپے دیئے جاتے تھے مبشر فاروق نے بتایا کہ جو رپورٹ وہ بنا کر لاتے ہیں وہ محمود احمد خان لمبے گیپ کے بعد لگاتے ہیں یا نا قابل اشاعت قرار دیتے ہیں۔مبشر فاروق نے اس وقت مجھ سے کہا کہ آپ تکبیر میں ہوتے ہیں اور سینیئر بھی ہیں اور محمود احمد خان کے قریب بھی آپ ان سے سفارش کریں کہ میری رپورٹ ہر ہفتے لگا دیا کریں۔بے شک میں بیچلر ہوں۔لیکن میں ضرورت مند ہوں'' محمود احمد خان سے میری بے تکلفی کی وجہ میرے دوست سلیم رانا مرحوم اور ان کے بھائی نعیم رانا کی وجہ سے تھی۔یہ ان کے قریبی دوست تھے۔دوسرے محمود احمد خان مولانا مودودیؒ کی تعلیمات کے اصل پیروکار اور رکن جماعت بھی ہیں۔بہر حال محمود بھائی سے میں نے کئی دفعہ مبشر فاروق کی سفارش کی ایک موقع پر محمود احمد خان نے سنجیدگی سے کہا کہ محمد صلاح الدین صاحب کا آرڈر ہے کہ کچھ لوگوں کی رپورٹ بہت دیکھ بھال کر شائع کریں۔پھر بھی میرا اصرار ہوتا تھا کہ جلدی دیکھ کیا کریں۔مبشر فاروق سے دوستی بڑھنے لگی۔جس دن ۴ دسمبر ۱۹۹۴ء یعنی محمد صلاح الدین کی شہادت کا واقعہ ہوا ہے۔اس دن مبشر فاروق کو ایک رپورٹ کے سلسلے میں سندھ انجینئرنگ جانا تھا۔سندھ

کے ایم سی فائر بریگیڈ

آگ بھڑکانے کا ادارہ

فائر اسٹیشن خفیہ میٹنگوں اور مفرور رکھنے کے لئے مخصوص تھے
آگ بجھانے کی گاڑیاں اسلحہ کی ترسیل کیلئے استعمال کی جاتی تھیں

جعفر طیار

مبشر فاروق کی اس اسٹوری کا عکس
جس کے سلسلے میں ۲۰ دسمبر ۱۹۹۴ء
کو سندھ انجینئرنگ میں راقم الحروف
کے ساتھ تھے

انجینئرنگ میرا اچھا کلائنڈ تھا سندھ انجینئرنگ کے پی آر او راشد صاحب بہت اچھے انسان ہیں۔ وہ تکبیر کو بزنس بھی دیتے تھے تکبیر اور محمد صلاح الدین کو پسند بھی کرتے تھے مبشر فاروق نے مجھ سے کہا کہ فائر بریگیڈ کے حوالے سے میں ایک اسٹوری پر کام کر رہا ہوں۔ مجھے سندھ انجینئرنگ سے کچھ ثبوت چاہئیں۔ اتفاق سے راشد بھائی نے ۴ دسمبر کا وقت دیا۔ ۴ دسمبر کو میں دن میں محمد صلاح الدین صاحب سے مل کر نکلا یہ میری ان سے آخری ملاقات تھی۔ اس وقت میں فاران کلب سپلیمنٹ پر کام کر رہا تھا۔ عبدالرحمٰن چھاپرا بانی فاران کلب کی خواہش تھی کہ محمد صلاح الدین فاران کلب سپلیمنٹ پر اداریہ لکھیں۔ یہ سپلیمنٹ بزنس کے لحاظ، فاران کلب کی تاریخ کے لحاظ سے بھی بہت یادگار تھا۔ ان دنوں محمد صلاح الدین اپنی گوناگوں مصروفیت امن ریلی کراچی کے حالات وغیرہ کی وجہ سے بہت مصروف تھے۔ لہٰذا وہ اداریے کے لئے وقت نہیں نکال پا رہے تھے۔ جب میں نے ۴ دسمبر کی دوپہر تین بجے ملاقات کر کے انہیں عبدالرحمٰن چھاپرا کا پیغام یاد دلایا تو انہوں نے کہا اس ہفتہ کا پرچہ بھیج کر آپ سے وعدہ ہے کہ میں فاران کلب پر اداریہ لکھوں گا۔ تین بجے میری ان سے بات ہوئی۔ پھر میں اور مبشر فاروق سندھ انجینئرنگ کی طرف نکل گئے۔ وہاں آدھے گھنٹے کی میٹنگ تھی۔ لیکن چونکہ راشد صاحب بہت دوستانہ ماحول میں دیر تک نشست کرنے والے انسان ہیں۔ سیاست، معیشت معاشرت پر گفتگو شروع ہوئی تقریباً پانچ بج گئے۔ جب یہاں سے میں اور مبشر فاروق اٹھے تو ہم فشری کی طرف پیدل مارچ کرنے لگے۔ اس دن مبشر فاروق خلاف توقع بہت خاموش تھا۔ اسے دفتر تکبیر پہنچنے کی بہت جلدی تھی۔ مبشر کے بقول اسے ساڑھے چھ بجے دفتر تکبیر

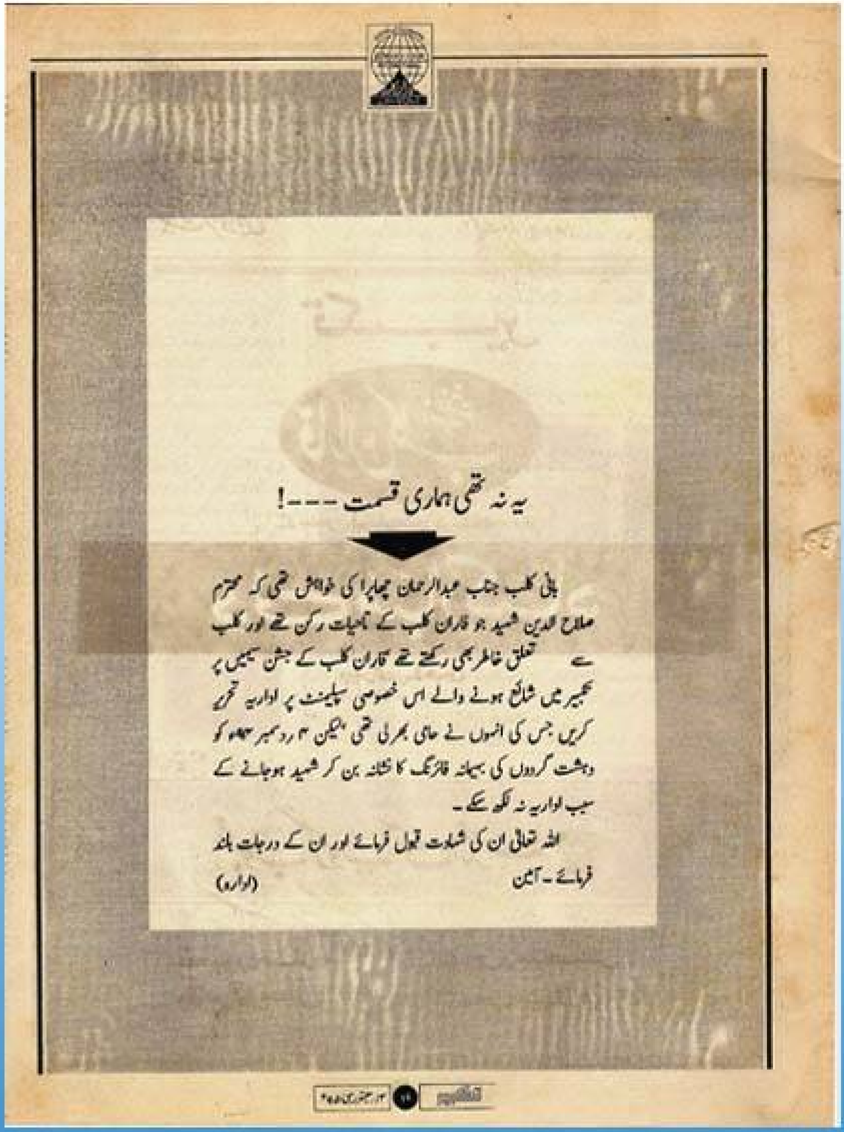

یہ نہ تھی ہماری قسمت ---!

بانی کلب جناب عبدالرحمان چھاپرا کی خواہش تھی کہ محترم صلاح الدین شہید جو فاران کلب کے تاحیات رکن تھے اور کلب سے تعلق خاطر بھی رکھتے تھے فاران کلب کے جشن سیمیں پر تکبیر میں شائع ہونے والے اس خصوصی سپلیمنٹ پر اداریہ تحریر کریں جس کی انہوں نے حامی بھری تھی لیکن ۴ دسمبر ۱۹۹۴ کو دہشت گردوں کی بہیمانہ فائرنگ کا نشانہ بن کر شہید ہوجانے کے سبب اداریہ نہ لکھ سکے۔

اللہ تعالیٰ ان کی شہادت قبول فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

(ادارہ)

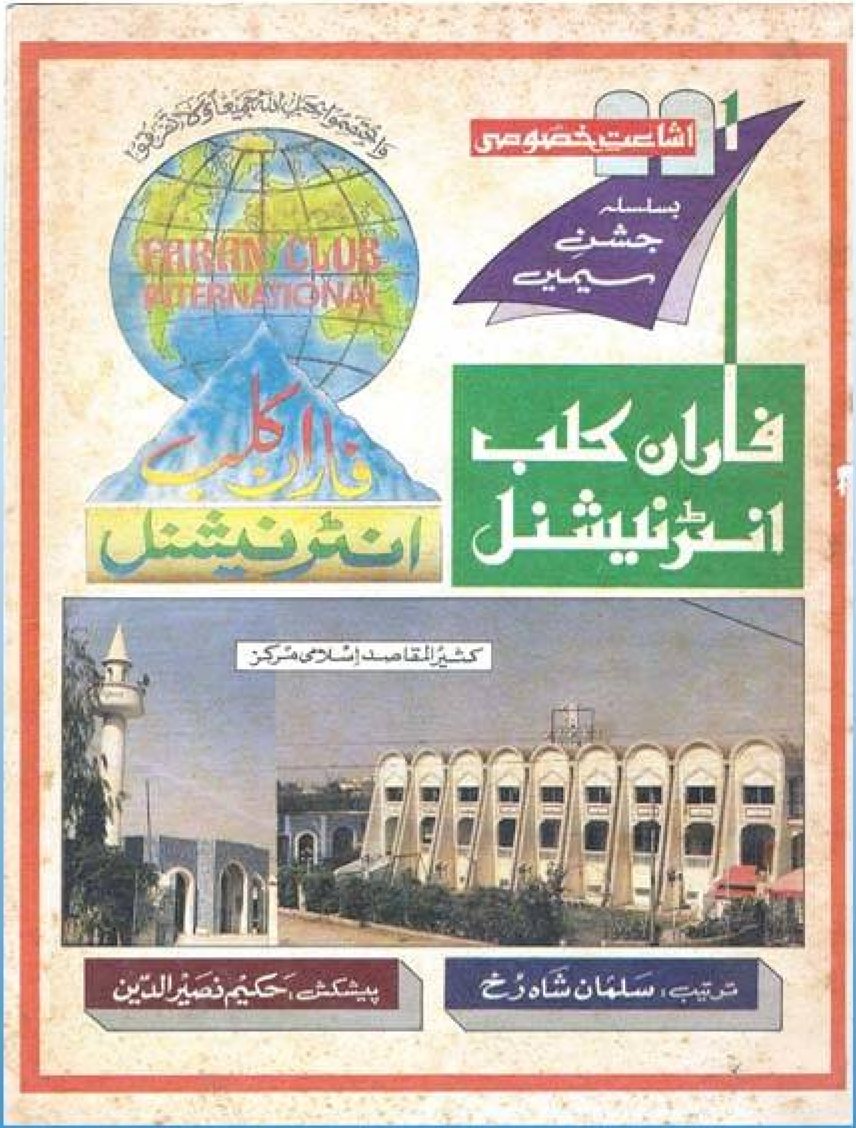

فاران کلب انٹرنیشنل پر تاریخی سپلیمنٹ کا عکس

پہنچنا تھا۔ مبشر کی بے تابی اور جلدی قابل دید تھی۔ وہ ابھی ایک کپ چائے پینے پر بھی راضی نہ تھے۔ بس وہ فوری طور پر دفتر تکبیر جانے کے لئے بے قرار و بے چین تھے۔ مجھے تھوڑی سی حیرت تھی۔ مگر میں نے سوچا کہ کوئی ضروری کام ہوگا۔ خیر ہم کچھ دیر ادھر ادھر کی باتوں کے بعد D-2 میں بیٹھے۔ مبشر فاروق نامکو سینٹر میں اتر گئے مجھے آگے جانا تھا۔ لہٰذا میں اسی بس میں بیٹھا رہا۔ یہ سوال آج بھی میرے ذہن میں اسی طرح موجود ہے کہ ۴ دسمبر 1994ء کو مبشر فاروق کو ساڑھے چھ یا سات بجے دفتر تکبیر میں ایسا کام تھا؟ اس کی بے قراری آج بھی میرے اندر سوالیہ نشان بنی ہوئی ہے؟ کیونکہ ۴ دسمبر 1994ء کا دن تکبیر کی تاریخ میں ہمیشہ کے لئے امر ہو گیا۔ اسلام اخبار میں ان کے ساتھ حیدر بھی ہوتے۔ مبشر فاروق کو میں رپورٹ فائل کرتا اور اکثر ہی ملاقاتوں میں رفیق افغان اور محمد اکبر کا اکثر ذکر ہوتا۔ جس میں ان کی برائیاں ہوتیں (محمد اکبر کا اس وقت تک انتقال نہیں ہوا تھا) یا تو شاید یہ برائیاں اس لئے ہوتی تھیں کہ میرے خیالات معلوم کیے جائیں۔ روزنامہ اسلام اخبار میں میری ملازمت سات ہزار سے شروع ہوئی تھی۔ اس وقت مبشر فاروق بھی جانتے تھے ان سات ہزار میں ڈیڑھ دو ہزار پیٹرول میں خرچ ہو جاتے ہیں پانچ ہزار میں گھر کا گزارہ ناممکن تھا۔ لیکن میری کوشش سے کچھ پیسے دواؤں کے آرڈر سے مل جاتے۔ اس طرح میرے گھر کے مالی حالات کچھ بہتر ہونے کی صورت نظر آرہی تھی۔ لیکن یہاں بھی مجھے صرف دو مہینے ملازمت کرنے دی گئی۔ پہلے ایک مہینے میں میری چار رپورٹیں شائع ہوئیں جن کا عکس میں دے رہا ہوں۔ دوسرے مہینے میری کوئی رپورٹ شائع نہیں کی گئی بلکہ کوئی اسائنمنٹ ہی نہیں دیا گیا۔ بیٹھا کر دوسرے مہینے کی تنخواہ دی

2

سینکڑوں غریب اور بے گھر افراد نے اپنی جانفشانی سے کمائے گئے پیسوں سے فلیٹ بک کرانے والے تاحال قبضے سے محروم

انس بلڈرز نے کروڑوں روپے ہڑپ کر لئے

بکنگ آفس تاحال مقفل

1993ء میں بکنگ کراتے وقت عوام سے اس بات کا وعدہ کیا گیا کہ 1996ء میں قبضہ دیا جائے گا لیکن غریبوں کی امید پوری نہ ہو سکی

SPEEDY SERVICES

Received with thanks the sum of Rs. 10000/- Ten thousand only

Date 5/7/96

ANUS BUILDERS

IDEAL ARCADE

Twenty five thousand only

بنیادی ضروریات سے محروم خدا کی بستی بدحالی کا شکار

دو ہزار 9 سو 54 پلاٹوں پر مشتمل آبادی پانی، بجلی اور گیس سے محروم ہے، یہاں سرکاری اسکول اور سرکاری اسپتال کا کوئی تصور موجود نہیں ہے

APPLICATION FORM

DECLARATION

درخواست فارم کا عکس

مولانا سمیع الحق کو مبارکباد

قومی لباس کی طرح قومی زبان کے استعمال

وزیر اعظم کے قوم سے خطاب پر

مشکوک افراد کی ایم جنسی پولیس

روزنامہ اسلام کی شائع رپورٹ کا عکس

گئی۔ یہ ایک طرح سے مجھ پر ذہنی دباؤ کا سبب بنی لیکن پھر بھی میں اپنے طور پر محنت و کوشش سے رپورٹیں لایا لیکن وہ رپورٹیں نہ لگائی گئیں تو میں بھی اس ملازمت کو چھوڑنے کا سوچنے لگا کیونکہ جب آپ فیلڈ میں کام کر رہے ہوں اور رپورٹیں فائل کر رہے ہوں اور یہ شائع نہ ہوں تو دو باتیں ہوتی ہیں۔ یا تو آپ خود انڈر ہینڈ ڈیل کر رہے ہیں۔ یا آپ کا ادارہ ڈیل کر رہا ہے۔ پھر آپ کی ساکھ متاثر ہونے لگتی ہے۔ میں اس سلسلہ جناب نصرت مرزا کا بھی مشکور ہوں کہ اس وقت انہوں نے مجھ سے تعاون کر کے اچھی، اچھی رپورٹیں مجھے دیں کچھ میں نے اپنے اثر ورسوخ سے حاصل کیں۔ لیکن اس سے پہلے کہ میں استعفیٰ دیتا انہوں نے دوسری تنخواہ کے ساتھ ہی مجھے فارغ کر دیا۔ کوئی وجہ بتائے بغیر معذرت کر لی۔ اگر میری ملازمت جاری رہتی ساتھ ہی میں اپنی دواؤں سے کچھ کماتا رہتا تو آج حالات واقعات بالکل مختلف ہوتے۔ جب اسلام اخبار سے میری ملازمت ختم ہوئی تو سید اصغر عباس ہاشمی نے کہا کہ آپ فکر نہ کریں محمد طاہر کے پاس ہفت روزہ وجود میں کام کریں میں جو اس کو اشتہار دوں گا وہ آپ کے توسط سے جاری ہوں گے۔ باقی اشتہارات آپ خود کر لیں اور میں محمد طاہر سے کہہ دوں گا کہ کمیشن کے علاوہ آپ کو تنخواہ بھی دیں۔ تاکہ آپ کو مسائل کم ہوں۔ میں اس وقت محمد طاہر کے ساتھ ہفت روزہ وجود میں کام نہیں کرنا چاہتا تھا کیوں کہ محمد طاہر رفیق افغان بھائی کے متعلق یک طرفہ اسٹوری شائع کر رہا تھا وہ تصویر کا ایک رخ دکھا رہا تھا۔ پوری سچائی عوام کے سامنے نہیں لا رہا تھا۔ میں نے سید اصغر عباس ہاشمی سے معذرت کر لی۔ اور کہا کہ آپ اسلام اخبار میں میری ملازمت کی بحالی کی کوشش کریں اس لئے کہ اسلام اخبار میں آپ کے کلائیڈ کا مسلسل

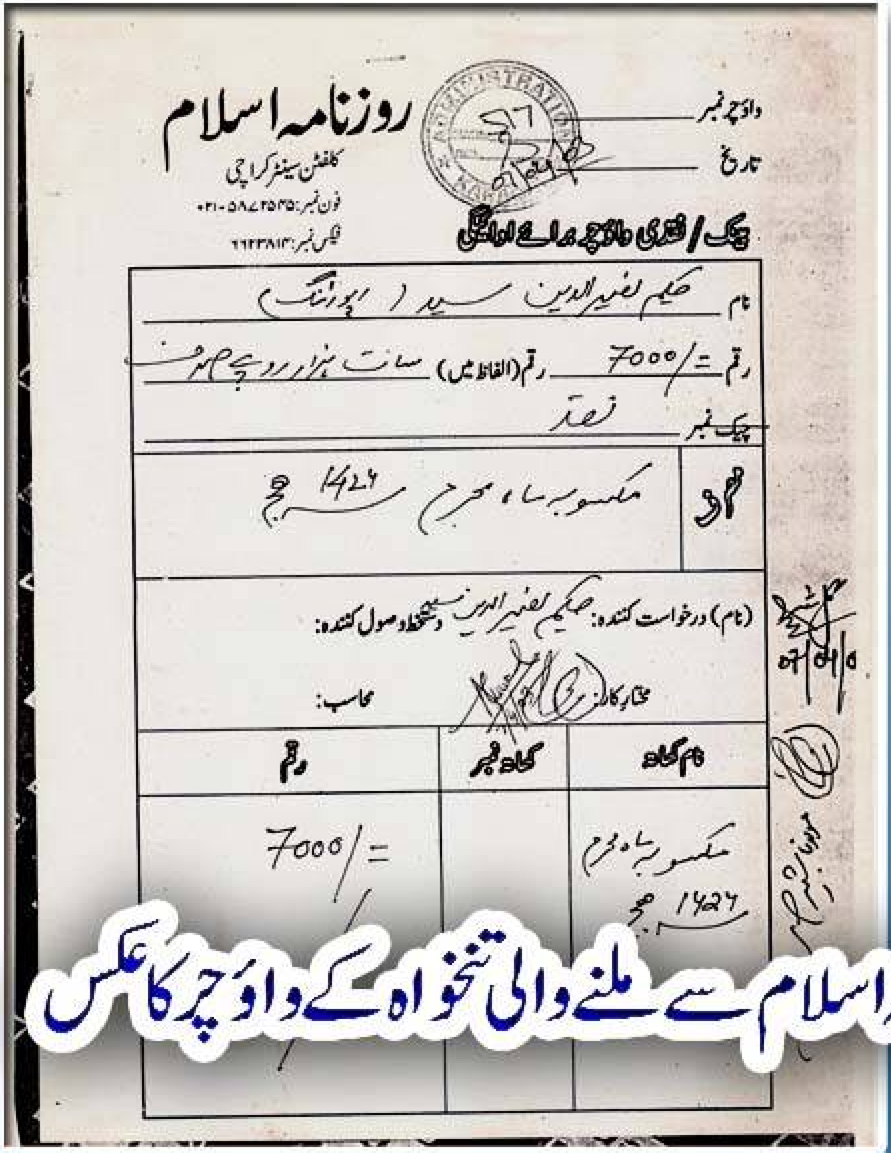

روزنامہ اسلام
کلفٹن سینٹر کراچی
فون نمبر: ۰۲۱-۵۸۷۲۵۳۵
فیکس نمبر: ۹۶۲۳۸۱۳

واؤچر نمبر
تاریخ

چیک / نقدی واؤچر برائے ادائیگی

نام: حکیم نصیر الدین سید ا رپورٹنگ
رقم: 7000/= رقم (الفاظ میں) سات ہزار روپے صرف
چیک نمبر: نقد

مد: مکمل بہ ماہ محرم 1426ھ

(نام) درخواست کنندہ: حکیم نصیر الدین دستخط وصول کنندہ:
مختار کار:
محاسب:

رقم	کھاتہ نمبر	نام کھاتہ
7000/=		مکمل بہ ماہ محرم 1426ھ

روزنامہ اسلام سے ملنے والی تنخواہ کے واؤچر کا عکس

اسلام

جعلی ہاؤسنگ فنانسنگ سکیم سینکڑوں افراد لاکھوں روپے سے محروم

نام نہاد فلاحی تنظیموں کی لوٹ مار

اسٹاف کی تعداد 5، معذور بچے صرف 4

روزنامہ اسلام کی شائع رپورٹ کا عکس

اشتہار چل رہا ہے آپ کے توسط یعنی الحمرا کمیونیکیشن سے تب سید اصغر عباس ہاشمی نے اعتماد کے ساتھ کہا کہ آپ فکر نہ کریں اسلام اخبار والے آپ کو چند ہفتوں میں واپس بلا لیں گے۔ مگر وہ چند ہفتے چند ماہ اور پھر سالوں پر محیط ہو گئے۔ جب کبھی سید اصغر عباس ہاشمی کو لاہور فون کیا جائے تو ان کا ایک ہی جواب ہوتا کہ معاویہ بھائی یا حمزہ بھائی دورے پر گئے ہیں۔ آتے ہیں تو میں بات کرتا ہوں اور وہ کراچی آکر اسلام اخبار میں آپ کی ملازمت بحال کرائیں گے۔ اس طرح پورا ایک سال آسرے امید پر ضائع ہوا۔ بیروزگاری کے دنوں میں اخبارات کا مطالعہ کرتا، ضرورت ہے کے اشتہارات دیکھتا اور فون کر کے پہنچتا تھا۔ اخبار میں ایک اشتہار آیا کہ رپورٹر اور بزنس منیجر کی ضرورت ہے لہٰذا میں وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ اس اخبار کے ایڈیٹر جلیس سلاسل ہیں۔ میں جلیس سلاسل کو بہت طویل عرصہ سے جانتا تھا جب وہ فوجی ٹائمز نکالتے تھے وہ میری بیوی ملکہ افروز روہیلہ کو بھی جانتے تھے۔ انہوں نے ماہنامہ اعراف کی بہت تعریف کی اور انہیں تعجب ہوا کہ میں مارکیٹنگ کا فرد ہوں میری اہلیہ ادارتی امور کی ماہر پھر پرچہ بند کرنا پڑا بہر حال انہوں نے مجھے اپنے گھر گلستان جوہر آنے کی دعوت دی۔ جہاں وہ اپنی دوسری اہلیہ نائلہ صولت کے ساتھ رہائش پذیر تھے۔ نائلہ صولت معروف صحافی خاتون ہیں۔ بڑے اخبارات میں کام کرتی رہی ہیں۔ ان دنوں یہ جلیس سلاسل کی اہلیہ تھیں بعد میں ان کے درمیان علیحدگی ہو گئی۔ یہاں میری ملاقات نذیر احمد چنا سے بھی ہوئی۔ نذیر احمد چنا کی صرف ایک خوبی کا ذکر کرتا ہوں کہ درویش صفت آدمی رہائش بنگالی پاڑے میں تھی بہت پسماندگی کا تاثر لئے ہوئے۔ لیکن جس بریگیڈیئر، کرنل، جنرل سے آپ ملنا چاہیں تو

نذیر احمد چنا ایک فون کال پر آپ کو ان سے ملوا سکتے ہیں۔ جب ان کی نظر ماہنامہ اعراف کے شماروں پر پڑی تو بہت تعریف کی مگر جب معلوم ہوا کہ پرچہ بند ہو گیا تو انہوں نے کہا کہ میں آپ کا پرچہ دوبارہ جاری کرا سکتا ہوں۔ وہ مجھے دوسرے دن کرنل ادریس ملک (آئی ایس پی آر) کے پاس لے گئے۔ انہوں نے پرچے کے حوالے سے پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے اسے جاری رکھنے کا کہا تو میں نے کہا کہ سر ہمارے پاس فنڈ نہیں ہیں۔ میں چونکہ بیروزگار اور معاشی تنگی کا شکار ہوں اس لیے میں نے ان سے ملازمت کے لئے درخواست کی تو انہوں نے فوراً مجھے کوسٹ گارڈ میں پی آر او کی پوسٹ کے لیے بھیجا اور خود فون پر بات کی او کہا کہ اگر یہ معیار پر پورے اتریں تو ان کو ترجیح دی جائے لیکن یہاں میری ملازمت نہ ہو سکی اس کی وجہ یہ تھی کہ کوسٹ گارڈ میں پی آر او کی جو پوسٹ خالی تھی۔ اس میں اردو اور انگریزی دونوں زبانوں پر صحافتی صلاحیت اور عبور چاہیے تھا جبکہ مجھے صرف اردو زبان پر عبور تھا۔ بہر حال کرنل ادریس ملک صاحب میری ملازمت کے لیے شروع میں بہت سنجیدہ اور پر خلوص تھے کم ہی لوگوں میں یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ جب کسی اونچے مقام پر پہنچ جاتے ہیں تو پاس آنے والے سائل کا خیال کرتے ہیں۔ بہر حال پھر کون سی ایسی نادیدہ طاقت ہے جو میرے متعلق ایسی کیا بات کہہ دیتی ہے کہ بندہ پھر مجھ سے کٹنے لگتا ہے پھر کرنل ادریس ملک صاحب کی میری ملازمت کے لیے کوشش، کوشش ہی تک محدود رہ گئی۔ نذیر احمد چنا کے ساتھ بھی میں بلا مبالغہ سینکڑوں جگہوں پر گیا اور سینکڑوں لوگوں سے ملاقات کی۔ مگر لاحاصل! ایک مرتبہ چنا نے مجھے آفر کی کہ میں آفاق احمد مہاجر قومی موومنٹ کے چیئرمین کی اہلیہ کا پریس سیکریٹری بن جاؤں ان

دنوں آفاق احمد کی اہلیہ اپنے شوہر کی رہائی کے لئے مہم چلا رہی تھیں میں نے معذرت کر لی۔ اس لیے کہ میں موت سے نہیں ڈرتا ہوں
بلکہ اس بات سے ڈرتا ہوں کہ ’’کتاب شہادت‘‘ کی اشاعت ادھوری رہ جائے ڈیڑھ دو سال تک ہم ساتھ رہے ہم نے ساتھ وقت
گزارا۔ نذیر احمد چنا نے اس زمانے مجھے بتایا کہ سابق چیف آف اسٹاف جہانگیر کرامت ان کا سالا تھا۔ نذیر احمد چنا صاحب اُن
دونوں الحاج منصور پر کتاب کا انگریزی زبان میں ترجمہ کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا تھا کہ اس کتاب کی چھپوائی آپ سے کرائی
جائے گی مگر وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو جائے! بعد میں اس کتاب کی تقریب رونمائی کا مجھے دعوت نامہ دیا جس میں میں نے شرکت کی اسی
تقریب میں آغا نور محمد پٹھان سے میری دوسری ملاقات ہوئی جس میں مجھے خود تعارف کرانا پڑا کہ سر میں ہوں حکیم سید نصیر الدین
جبکہ میری پہلی ملاقات آغا نور محمد پٹھان صاحب کے دفتر واقع P.E.C.H.S میں نذیر احمد چنا کے ساتھ ہوئی تو جب آغا صاحب
سے نذیر احمد چنا نے تعارف کرایا کہ یہ ہیں حکیم سید نصیر الدین اب اپنا پرچہ نکالتے ہیں پہلے تکبیر میں ہوتے تھے اس کے جواب
میں آغا نور محمد پٹھان نے بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا اور کہا کہ میں نے آپ کے بڑے سپلیمنٹ تکبیر میں پڑھے ہیں میرے
خیال میں تو تھا کہ حکیم صاحب کوئی عمر رسیدہ شخصیت ہوں گے مگر آپ تو بڑے جوان ہیں ساتھ ہی ان کو جب یہ معلوم ہوا کہ ملکہ افروز
روہیلہ میری اہلیہ ہیں تو انہیں اور بھی زیادہ خوشی ہوئی اس لیے کہ مجھ سے زیادہ میری اہلیہ کا تعلق ادب سے ہے۔ مجھے یہ جاننے کا حق
ہے کہ جب پہلی ملاقات میں ایک شخص اتنا زیادہ پر جوش ہوتا ہے تو اس کو میرے متعلق کیا کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ بعد میں مجھ سے

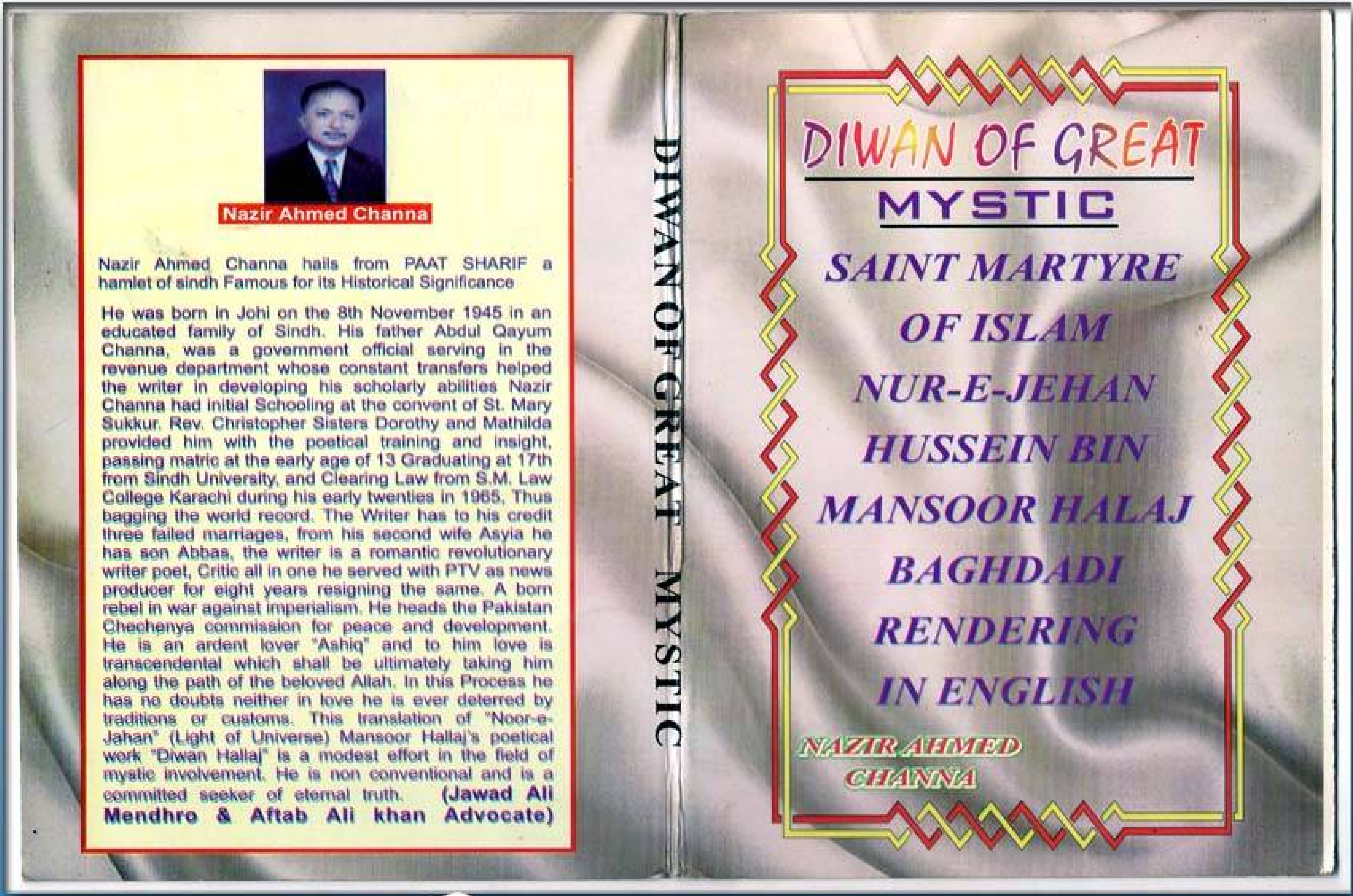
Nazir Ahmed Channa

Nazir Ahmed Channa hails from PAAT SHARIF a hamlet of sindh Famous for its Historical Significance

He was born in Johi on the 8th November 1945 in an educated family of Sindh. His father Abdul Qayum Channa, was a government official serving in the revenue department whose constant transfers helped the writer in developing his scholarly abilities Nazir Channa had initial Schooling at the convent of St. Mary Sukkur. Rev. Christopher Sisters Dorothy and Mathilda provided him with the poetical training and insight, passing matric at the early age of 13 Graduating at 17th from Sindh University, and Clearing Law from S.M. Law College Karachi during his early twenties in 1965, Thus bagging the world record. The Writer has to his credit three failed marriages, from his second wife Asyia he has son Abbas, the writer is a romantic revolutionary writer poet, Critic all in one he served with PTV as news producer for eight years resigning the same. A born rebel in war against imperialism. He heads the Pakistan Chechenya commission for peace and development. He is an ardent lover "Ashiq" and to him love is transcendental which shall be ultimately taking him along the path of the beloved Allah. In this Process he has no doubts neither in love he is ever deterred by traditions or customs. This translation of "Noor-e-Jahan" (Light of Universe) Mansoor Hallaj's poetical work "Diwan Hallaj" is a modest effort in the field of mystic involvement. He is non conventional and is a committed seeker of eternal truth. **(Jawad Ali Mendhro & Aftab Ali khan Advocate)**

DIWAN OF GREAT MYSTIC

DIWAN OF GREAT

MYSTIC

SAINT MARTYRE OF ISLAM NUR-E-JEHAN HUSSEIN BIN MANSOOR HALAJ BAGHDADI RENDERING IN ENGLISH

NAZIR AHMED CHANNA

نذیر احمد چنا کی کتاب 'الحاج منصور' کا عکس

کتر انے لگتا ہے وہ گرم جوشی اور اخلاص نہیں رہتا۔ ان ہی دنوں میرے پاس طارق جمیل بھائی کا فون آیا انہوں نے اپنی رقم کا تقاضہ کیا۔ طارق جمیل پر واضح کر دیا تھا کہ فی الوقت میرے پاس رقم کا انتظام نہیں ہو پا رہا ہے۔ تب طارق جمیل نے پاسبان اخبار کی ادارت کی ذمہ داری سنبھالنے کی پیشکش کی اور کہا کہ میں آپ کی تنخواہ میں سے آدھی تنخواہ اپنے لون کی قسط کے طور پر کاٹ لوں گا۔ یہ ان کی اعلیٰ ظرفی تھی کہ انہوں نے مجھے خودداری کے ساتھ حلال کمانے کے لئے رستہ دکھایا۔ میں نے پاسبان اخبار کی ادارت شروع کر دی۔ لیکن میرے لئے تین ہزار میں گھر کا خرچ چلانا یوٹیلیٹی بلز کی ادائیگی پھر سب سے بڑھ کر مکان کا کرایہ کسی مہینے میں مالک مکان کو پیسے دیتا تو کسی مہینے یوٹیلیٹی بلز ادا کرتا گھر کا خرچ بھولے بھٹکے دواؤں کے آرڈر سے پورا کرنے کی کوشش کرتا۔ یہ وقت میرے لئے انتہائی تنگی کا تھا جس کے گھر کے اخراجات ۱۲ ہزار روپے ہوں اور جب ماہنامہ اعراف کی اشاعت سے قبل جب گھر میں پچیس 30 ہزار روپے سیلری، کمیشن اور ادویہ کی مد میں آتے ہوں اور مزید بڑھ کر 50 ہزار تک پہنچ جائیں۔ اس کی آمدنی کو سمیٹ کر پانچ چھ ہزار کر دی جائے۔ اور اخراجات وہی ہزاروں کے ساتھ بڑھ رہے ہوں مالک مکان بھی کرایہ بڑھانے کا اصرار کر رہا ہو۔ اُس وقت میرے گھر کی بجلی بھی کٹ چکی تھی۔ جمعہ کا دن تھا مجھے پیسہ کی شدید ضرورت تھی ایک عزیز کی شادی میں جانا تھا۔ اور پاسبان کے دفتر سے ذاتی فون کرنے کی اجازت طارق جمیل صاحب سے لی ہوئی تھی وجہ یہ تھی کہ میرے گھر کا فون کٹ چکا تھا۔ دکانوں سے کوئی آرڈر موصول نہ ہوا۔ تب میں اعظم منہاس بھائی سے جو پاسبان کے سیکریٹری اور دفتر کے منتظم بھی تھے۔ کہ مجھے کچھ پیسوں کی

MONTHLY PASBAN PAKISTAN-KARACHI

ماہنامہ پاسبان پاکستان کراچی

قیمت 5 روپے

ظلم کے خلاف معرکۂ بدر کا آغاز

313 افراد کی حلف برداری

ظلم کے خاتمے کی جدوجہد میں اسمبلیوں میں بھی جانے سے دریغ نہیں کریں گے الطاف شکور پاسبان کا مشن پہلے بھی ظلم کا خاتمہ تھا اب بھی ہے عثمان معظم

قوم کو ظلم کی دلدل سے نکال کر دم لیں گے طارق جمیل سیاستدان، حکمران، جرنیل اور بیوروکریسی موجودہ ظالمانہ نظام کے کل پرزے ہیں شفیق اللہ اسماعیل

پاسبان کے ورکرز انتہائی کٹھن حالات سے گزرے، اگر مگر مشن پر بڑھتے رہے شفیع احمد پاسبان نے قوم کو جذبہ، حوصلہ اور شعور دیا عبدالحکیم قائد

محکمہ اوقاف کی طرف سے کلمہ طیبہ کی بے حرمتی!

صوبائی حکومت امن امان کے قیام میں ناکام ہوگئی قائم علی شاہ

ڈاکٹر شعیب کا قتل انسانیت کا قتل

40 ہزار روپے واپس دلوا دیے

پاسبان اخبار کے چند پرچوں کا عکس

ضرورت ہے۔ ایک دو ہزار روپے بس۔ جب طارق جمیل تنخواہ دیں گے تو میں واپس کردوں گا۔ مگر انہوں نے انکار کردیا یہ کہہ کر کہ میں معذرت چاہتا ہوں۔ شاید انہیں یہ ہدایت ہو کہ نصیر الدین سے کوئی لین دین نہیں کرنا ہے۔ ان سے صرف کام لینا ہے۔ معاشی بدحالی کی وجہ سے میری مایوسی انتہا پر تھی پھر کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنے کی وجہ سے بھی اندر سے بالکل ٹوٹ رہا تھا۔ میں نے اللہ سے گڑگڑا کر آسمان کی طرف دیکھ کر فریاد کی یا اللہ تو مجھے میرے کون سے گناہ کی سزا دے رہا ہے۔ شراب جب کبھی سامنے آئی بھی تو میں نے نہیں پی۔ کس کا مال میں نے ناحق نہیں کھایا۔ ایسا بھی نہیں ہوا کہ اپنے پاس مال رکھتے ہوئے کسی کا قرض نہ لوٹایا ہو۔ ہر ایک کے لین دین میں نے ہمیشہ ایمانداری کو پیش نظر رکھا ہے رشوت کبھی نہیں لی۔ اور نہ دی جو شخص ۲۰، ۲۵ ہزار روپے اپنے سیلز مینوں کو تنخواہ کی مد میں دیتا ہو۔ وہ آج اتنا بے بس ہے کہ ہزار دو ہزار کے لئے کسی کے آگے ہاتھ پھیلا رہا ہے میں یکسو ہو کر اللہ سے کہہ رہا تھا کہ جن لوگوں نے میری کاروبار کے لیے زمیں تنگ کی ہے اور یہ میرا وہم نہیں بلکہ ثبوت بھی ملے ہیں کوئی تو نادیدہ دشمن ہے جو مجھے اور میرے کاروبار کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ اے اللہ تو مجھے دیکھ رہا اور میں تجھے محسوس کر رہا ہوں اے اللہ تو ان میں سے ایک ایک شخص کو اٹھا کر مار تب میرے دل کو قرار آئے گا“۔ حیرت و تعجب کی بات ہے کہ اچانک میری نظر اخبار پر پڑی گھر کا اخبار تو مالی مشکلات کے سبب ہم پہلے ہی بند کر چکے تھے۔ میں نے جنگ اخبار کی تین سطر خبر پڑھی جس میں لکھا تھا کہ کراچی میں ایک صحافی محمد اکبر کا قتل! محمد اکبر کی ہلاکت کی خبر پڑھ کر مجھے حیرت و تعجب ہوا۔ اگر یہ وہی اکبر تھا جو میرے گھر کی انفارمیشن آگے پاس کرتا تو اللہ

نے مجھے فوراً دکھا دیا۔ اعراف پرچہ کی ڈیکلریشن کے وقت محمد اکبر عبید مجتبیٰ کے ہمراہ میرے گھر آیا تھا اور کسی بات پر اس نے یہ جملہ کہا تھا کہ حکیم! حکیم کی تو ہم پل پل کی خبر رکھتے ہیں۔ حکیم کو کیسے بھول سکتے ہیں) یہ عبید مجتبیٰ وہی صحافی ہیں جو اس وقت نیشنل پریس کلب کے جنرل سیکرٹری ہیں بہر حال میں نے حسین اسکوائر سے دیگر اخبار مزید معلومات جاننے کے لئے خریدے۔ اور اللہ سے مزید دعا کی کہ اگر یہ اتفاق ہے اور میرا وہم ہے۔ تو محمد اکبر کو معاف کردے۔ وہ میرا دینی بھائی ہے یہ اگر میرا وہم نہیں ہے۔ اس میں حقیقت ہے تو جیسے میرے لئے پاکستان اور کراچی کی زمین تنگ کی جارہی ہے تو میرے دشمنوں کے لیے بھی زمین کا سینہ اور پیٹ تنگ کردے میڈیسن کا آرڈر نہیں ملا اور نہ اعظم منہاس نے قرض دیا مگر اللہ نے جو آیت اتاری ہے کہ ”کہ میں وہاں سے روزی دوں گا جس کا تمہیں وہم اور گمان بھی نہ ہو“ بے شک اللہ اس نے مجھے اس دن شام 4 اور 5 کے درمیان 6 ہزار روپے دیئے واقعی جہاں میرا گمان بھی نہ تھا۔ بے شک اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ میری وہ رقم تھی جو میں سرمایہ کاری کر کے بھول گیا تھا اس واقعہ سے قبل سعید صاحب سے میرا رابطہ میری بہن کے توسط سے ہوا وہ بھی روحانی علاج کرتے ہیں۔ سعید صاحب میری بہن کے محلے میں رہتے ہیں۔ یہ سوچ کر میرے اوپر اگر کوئی بد اثرات ہیں جو میرے کاروبار کام، ملازمت میں رکاوٹ ڈال رہے ہیں تو دور ہو جائیں اصل میں جب انسان غربت و افلاس کی انتہا میں گر جاتا ہے تو اس کا ایمان کمزور ہونے لگتا ہے یا اللہ سے رشتہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ شاید اللہ کو میرا امتحان زیادہ مقصود تھا کہ میں مختلف آستانوں تک گیا پھر واپس اپنے مالک حقیقی کی طرف آیا اور اسی لیے اللہ کے رسول

نے افلاس سے پناہ مانگی ہے۔ بقول اقبالؒ جنھیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں، زمینوں میں! وہ نکلے میرے ظلمت خانہ دل کے مکینوں میں! سعید صاحب کے حلقہ اثر میں شارق نامی ایک شخص تھا۔ جس کا کیبل ٹی وی نیٹ ورک تھا۔ متحدہ سے بھی اس کا تعلق تھا۔ سعید صاحب نے اس سے کہا کہ آپ بھی کوئی نیا کاروبار کرنا چاہتے ہیں۔ تو کیوں نہ آپ نصیر الدین کی میڈیسن کی ڈسٹری بیوشن لے لیں۔ اس طرح ہمارے اور شارق کے درمیان کاروبار کا آغاز ہوگیا۔ میرے اور شارق کے درمیان یہ طے پایا کہ اگر وہ میڈیسن ہول سیل ریٹ پر 2000 پیس خریدیں گے تو ان کو 1000 پیس اضافی دیے جائیں گے یہ ان کا منافع ہوگا۔ وہ اس پر راضی ہو گئے اس طرح ہمارے درمیان کاروبار کا آغاز ہوا۔ گو کہ مجھے منافع کم تھا لیکن میں نے سوچا کہ سلسلہ چلتا رہا تو میرے لئے اور شارق کیلئے بھی بہتر ہوگا۔ لیکن اچانک ہی شارق کا دماغ گھوم گیا اور اُس نے کہا کہ یہ تو منافع کم ہے۔ حالانکہ ہمارا پیکج ہو چکا تھا۔ شارق نے مال کے پہلے بل کی 50% ادائیگی کی اور 50% روک لی۔ کئی بار میں چکر لگائے سعید صاحب نے کہا مگر وہی معاملہ رہا فائدے کے بجائے الٹا نقصان اٹھانا پڑا سعید صاحب بہر حال شروع میں کافی مخلص تھے۔ گفتگو سے وہ آخر وقت تک مخلص رہے۔ مگر کسی نادیدہ قوت نے ان کو منع کیا تھا کہ نہ میری ادائیگی مجھے ملی اور نہ کام یا کاروبار چلا۔ ایک دفعہ میں نے ان سے تلخی اور شوخی سے کہا کہ آپ پر جو بابا آتے ہیں ان سے کہہ کر شارق کو قابو کر کے میری ادائیگی کرا دیں۔ سعید صاحب پر نوچندی جمعرات کو کوئی بابا آتے تھے۔ چونکہ مجھے کبھی نظر نہیں آئے اس لئے میں یقین بھی نہیں کرتا۔ (واللہ اعلم) اقبالؒ کا قاری ہوں جو خدا کے لئے بھی یہ سمجھ رکھتا ہے! خوگر پیکر

محسوس تھی انساں کی نظر، مانتا پھر کوئی ان دیکھے خدا کو کیونکر؟ تو یہ پیر صاحب پر آنے والے بابا کیا چیز ہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ سعید صاحب نے قرآن کی کچھ سورتوں کو پڑھنے کا کہا اس سے قلب کو اطمینان آیا۔ مزید ترجمہ سے پڑھا تو اطمینان کامل ملا۔ تین سال کی مسلسل بیروزگاری کے بعد سید اصغر عباس ہاشمی نے لاہور بلایا کہ میں آل پاکستان اطباء ڈائریکٹری کے پرپوزل پر کام کروں جو 1999ء سے پینڈنگ میں پڑی ہوئی تھی۔ عباس صاحب اس وقت الحمرہ کمیونیکیشن چلا رہے تھے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ ان کے دفتر کے سامنے تکبیر اور امت کا بیورو آفس واقع تھا۔ 116 ایوان مشرق ایبٹ روڈ لاہور وہ تکبیر جس نے ان کے خلاف F.I.R کٹوائی تھی۔ اور انہیں اسے پانچ لاکھ کی ادائیگی کرنا پڑی تھی۔ اور اس کے جواب میں F.I.R ختم ہوئی یا دبا دی گئی واللہ اعلم۔ اس بات پر مجھے مزید تعجب ہوا کہ عباس کے دفتر کے سامنے تکبیر اور امت کا بیورو آفس موجود ہے پھر کراچی پولیس کیوں گرفتاری کیلئے میرے گھر آئی تھی۔ مزید یہ کہ تکبیر کراچی آفس سے F.I.R کے مدعی خالد غوری کا مجھے فون آتا کہ سید اصغر عباس ہاشمی کا کوئی نمبر دیں یا پتہ دیں رابطہ کرنا ہے۔ اکثر وقار احمد جو بیگم محمد صلاح الدین کا بھانجا ہے۔ اس کا بھی فون آتا کہ سید اصغر عباس ہاشمی سے رابطہ کرنا ہے۔ ایک بار تو میں نے وقار سے کہا کہ آپ کے بیورو آفس کے ساتھ ان کا دفتر ہے اپنے بیورو آفس سے کہہ کر فون نمبر تلاش کر لیں مجھے کیوں زحمت دی جاتی ہے۔ سید اصغر عباس ہاشمی سے میں نے اس ڈائریکٹری کے بجائے یہ تعاون بھی مانگا کہ مجھے کوئی ایسی پارٹی دی جائے جس کے ساتھ مل کر میں میڈیسن کا کام دوبارہ کر سکوں اور جو فرد بھی ہو وہ ٹھیک ٹھاک بیک رکھتا ہوتا کہ نادیدہ قوت مجھے تنگ نہ

کرے یا ان سے بچا جائے۔تو انہوں نے کسی اعوان نامی شخص کا ذکر کیا جو لاہور ڈیفنس میں رہائش پذیر ہیں ان سے رابطہ کیا اور مجھ سے کہا کہ اعوان صاحب آج کل آ رہے ہیں ۔مگر اعوان صاحب نہ آئے البتہ کراچی روانگی کے لئے ٹرین اسٹیشن پر آ گئی۔سید اصغر عباس ہاشمی مجھے دلاسہ آسرا دیتے رہے۔کہ جلد ہی مسائل حل ہو جائیں گے آپ مالک مکان کے کرایہ کی فکر نہ کریں وہ رقم ہر ماہ میں آپ کے اکاؤنٹ میں شفٹ کر دوں گا۔بہر حال یہ کوئی حل تو نہ تھا چونکہ میں سید اصغر عباس ہاشمی کے معاملہ میں تکبیر اور جسارت میں ان کے لئے کام کے معاملے میں سیڑھی کا کردار ادا کیا تھا یوں بھی بھائی ہونے کی حیثیت سے میں ان سے خیر بھلائی کی توقع رکھتا تھا لیکن یہ میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ وہ ہمیشہ میرے ہاتھ کو لینے والا ہاتھ ہی بنا کے رکھیں گے کبھی مجھے خود سے خود کفیل ہونے یا کام کاروبار یا ملازمت میں معاونت نہ کریں گے۔علامہ اقبالؒ کی روح سے معذرت کے ساتھ! جس رزق سے پرواز میں کوتاہی کا ڈر ہو، وہ رزق بڑے شوق سے اب کھاتا ہے مومن! بہر حال میں پر امید تھا کہ کبھی نہ کبھی تو یہ رات ختم ہو گی۔2004 کی ڈائریکٹری بڑی کوشش کے بعد نکالی گئی اس دوران کرائے کی رقم تو ادا ہوتی رہی لیکن یوٹیلیٹی بلز، گھر کا خرچ یہ سب کس طرح اور کتنی مشکل کے بعد ہوتا یہ اللہ جانتا ہے، میں جانتا ہوں یا بیوی جانتی ہے۔کچھ ہی دنوں بعد جب اعراف پبلشرز کے زیر اہتمام آل پاکستان اطباء ڈائریکٹری کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا تو اس کی فروخت اور اشتہارات کی وصولی کا کام شروع ہوا ہی تھا۔کہ ایک دن شام میں خالد بٹ صاحب کا فون آیا ”انہوں نے بتایا کہ ابوالحسن اصفہانی روڈ پر ایک دفتر کرائے پر لیا ہے۔ثانی ٹیرس میں وہاں آ جاؤ“ خالد بٹ کو میں

جسارت اور تکبیر کے وہ سپلیمنٹ
جس پر راقم الحروف نے اپنے نام
کے ساتھ سید اصغر عباس ہاشمی کا نام
محض ان کو پروجیکٹ کرنے کے لیے
ڈالا مگر آج میرے ساتھ یہ سلوک کیوں؟
کس لیے؟
حال و مستقبل
سپلیمنٹ ایڈیٹر
سید نصیر الدین
معاون: سید اصغر عباس
ہفت روزہ
تکبیر
کراچی
INTERNATIONAL URDU WEEKLY
TAKBEER
KARACHI PAKISTAN
25 FEB 1993
اشاعت خصوصی
پاکستان کے اشاعتی ادارے

پاکستان ہمارا ہے

○ سپلیمنٹ ایڈیٹر: ابراہیم فہمی ○ پیشکش: سید اصغر عباس ○ سید شمس

آزادی کا دستور

شاہ محمود عطاء

روزنامہ جسارت کا اہم سپلیمنٹ "پاکستان ہمارا ہے"
کا بنیادی خیال اور کلائنٹ فہرست راقم الحروف نے
سید اصغر عباس ہاشمی کو فراہم کی

ٹریٹ کارپوریشن سے جانتا ہوں کہ وہاں وہ ایکسپورٹ منیجر کے عہدے پر فائز رہنے کے بعد ان ہی دنوں ریٹائیرڈ ہوئے تھے۔ میں نے انہیں ہفت روزہ تکبیر کا کلائیڈ بنانے کی بہت کوشش کی مگر خالد بٹ صاحب کا خیال تھا کہ ٹریٹ کارپوریشن اور ہفت روزہ تکبیر کے درمیان کیا بات ہے کہ تکبیر کو اشتہار جاری نہیں ہوتا مگر مجھے آنے سے منع نہیں کیا۔ بعد میں جب میں نے اعراف پرچے کا آغاز کیا تو خالد بٹ نے ٹریٹ کارپوریشن سے اعراف پرچے کو سال بھر کے لئے اشتہارات کا معاہدہ کرایا۔ بعد میں جب اعراف کی بندش ہوئی تو بھی انہوں نے اعراف پبلیشرز کی آل پاکستان اطباء ڈائریکٹری کے لئے اشتہار دیا۔ خالد بٹ نے کرایہ کا دفتر حاصل کرلیا تھا۔ مگر ان کے سامنے کام اور استعمال نہیں تھا۔ اس وقت میں نے ان کو ہربل ادویہ کی تیاری اور ڈسٹری بیوشن کے کام کی تجویز دی اور خالد بٹ پہلے سے بھی جانتے تھے کہ میں ہربل ادویہ اور شہد کا کام کرتا ہوں لہذا انہوں نے دفتر کے ایک پورشن میں ہربل ادویہ کا ڈسٹری بیوٹر آفس قائم کرلیا۔ میں نے ادویہ کی مینوفیکچرز کی حیثیت سے اور خالد بٹ نے ڈسٹری بیوٹرز کی حیثیت سے کام شروع کیا۔ چونکہ دونوں کا ایک دوسرے پر اعتماد تھا۔ لہذا تحریری معاہدہ نہیں ہوا۔ شروع میں کام بہت تیز چلا خالد بٹ نے 2 سے ڈھائی لاکھ روپے کی انویسٹ کی میں نے ڈائریکٹری کی اشاعت کے ساتھ کچھ پرائیوٹ ایڈورٹائزنگ کام بھی شروع کیا ہوا تھا۔ لہذا وہ رقم بھی میں نے ادویہ کی مینوفیکچرنگ کی طرف لگادی۔ ایک بہترین آفس بہترین ٹیم موجود تھی جس کا میں گزشتہ کئی سالوں سے خواہش اور کوشش کر رہا تھا۔ خالد بٹ جن کا اپنا تجربہ برائے ایکسپورٹ منیجر ٹریٹ کارپوریشن آف پاکستان دوسرے میرے اور خالد بٹ کے

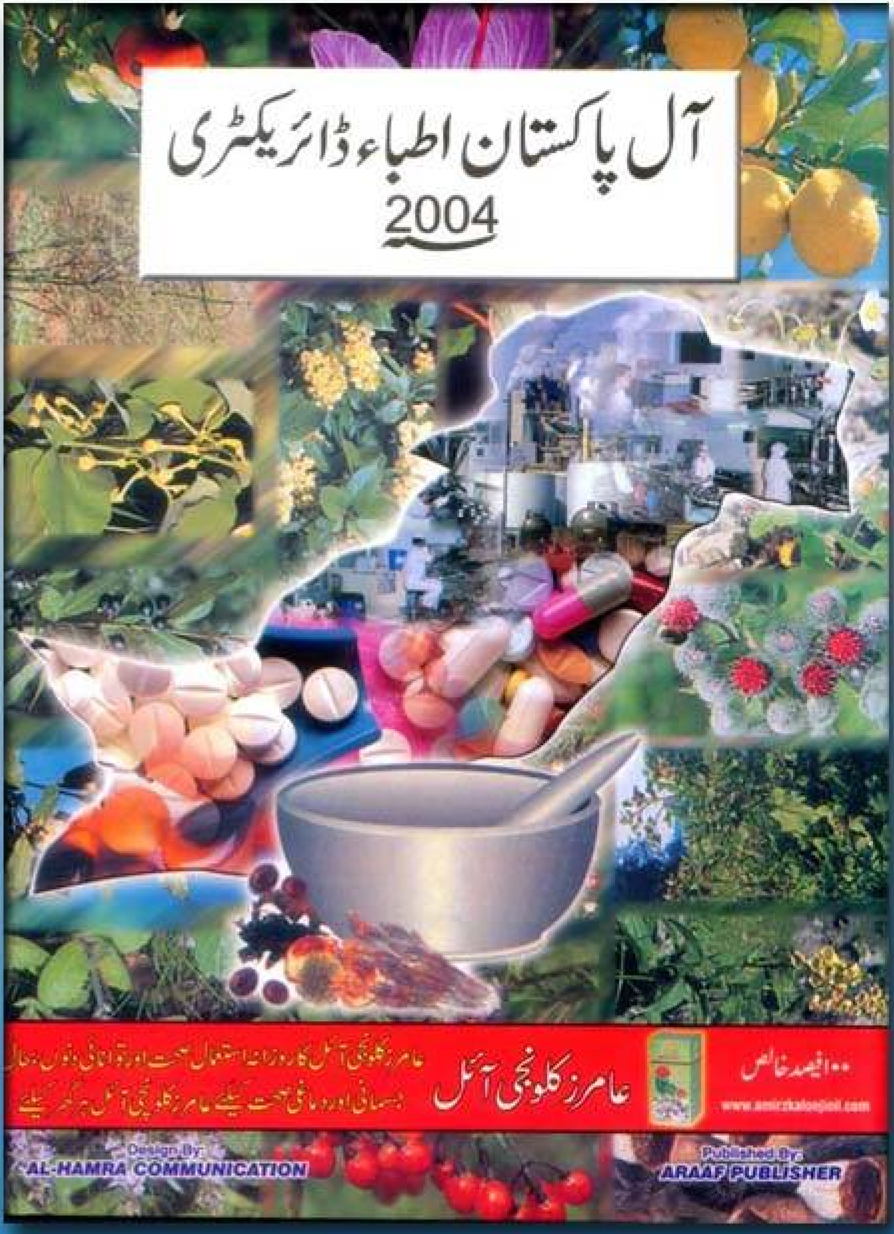

آل پاکستان اطباء ڈائریکٹری
کی پہلی اشاعت کا عکس

نظریات اور خیالات ہم آہنگ تھے، لہذا خالد بٹ نے الحبیب ڈسٹری بیوٹرز کے نام سے ادارے کو منظم کیا۔ اور میں نے ان کو ہربل ادویہ ان کو تیار کر کے دی۔ جن میں پلشرز ایس ٹانک، جنون ہربل کیپسول، عرق گلاب شامل ہیں، بعد میں زعفرانی شہد اور ڈبل ایکشن اسپغول تیار کیا۔ جس وقت خالد بٹ کے ساتھ کاروبار تیزی سے چل رہا تھا۔ مسلسل آرڈر پر آرڈر مل رہے تھے۔ اور ہم اپنے کام کو وسعت دے رہے تھے۔ خالد بٹ کے ساتھ کام کرتے ہوئے نو۔ دس ماہ ہی گزرے تھے اس وقت مجھے سید اصغر عباس ہاشمی نے یہ آفر کی کہ آپ الحمرا کمیونیکیشن کا کراچی میں باقاعدہ آفس قائم کریں اور آپ 20-25 ہزار روپے جو بھی تنخواہ رکھنا چاہتے ہیں وہ ہمیں قابل قبول ہوگی۔ میرے لئے ایک عجیب کشمکش تھی کہ ایک طرف خالد بٹ سے رقم میں نے ہربل ادویہ کے کام میں انویسٹ کرادی دوسری طرف بھائی جنہوں نے برے وقتوں میں خیال رکھا۔ اور سید اصغر عباس ہاشمی نے یہ بھی کہا کہ آپ کو جو رقم میں کرایہ مکان کی صورت میں دے رہا تھا۔ وہ آپ قرض حسنہ نہ سمجھیں بلکہ اس کو میں نے تنخواہ کی مد میں برابر کردیا ہے۔ چونکہ گزشتہ ایک سال سے میں سید اصغر عباس ہاشمی کی الحمرا کمیونیکیشن کے لیئے میں فری لانس کام کر رہا تھا۔ مگر اس وقت ان کی یہ آفر مجھے بڑی عجیب لگی اور میں نے صاف کہا کہ ماہنامہ اعراف بند ہونے کے بعد گزشتہ پانچ سالوں سے مجھے جس راستے کی تلاش تھی وہ مل گیا ہے۔ لہذا میرے لئے یہ مشکل ہے کہ میں اشتہارات کا کام پابند ہو کر کرسکوں، میں نے مختصر الفاظ میں خالد بٹ کے ساتھ ہربل ادویہ کام کے متعلق انہیں بتایا اور کہا کہ انشاء اللہ چند سالوں میں ہم ہربل ادویہ باہر ایکسپورٹ کرنا شروع کر دینگے تو ہم کو کسی مزید کسی کام کی

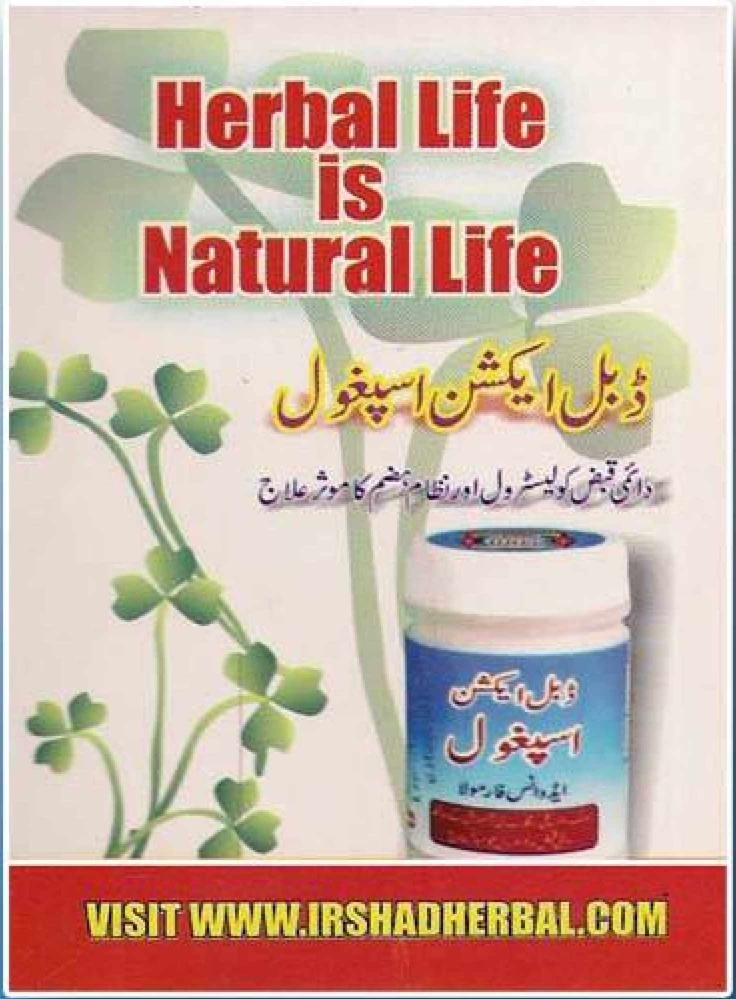

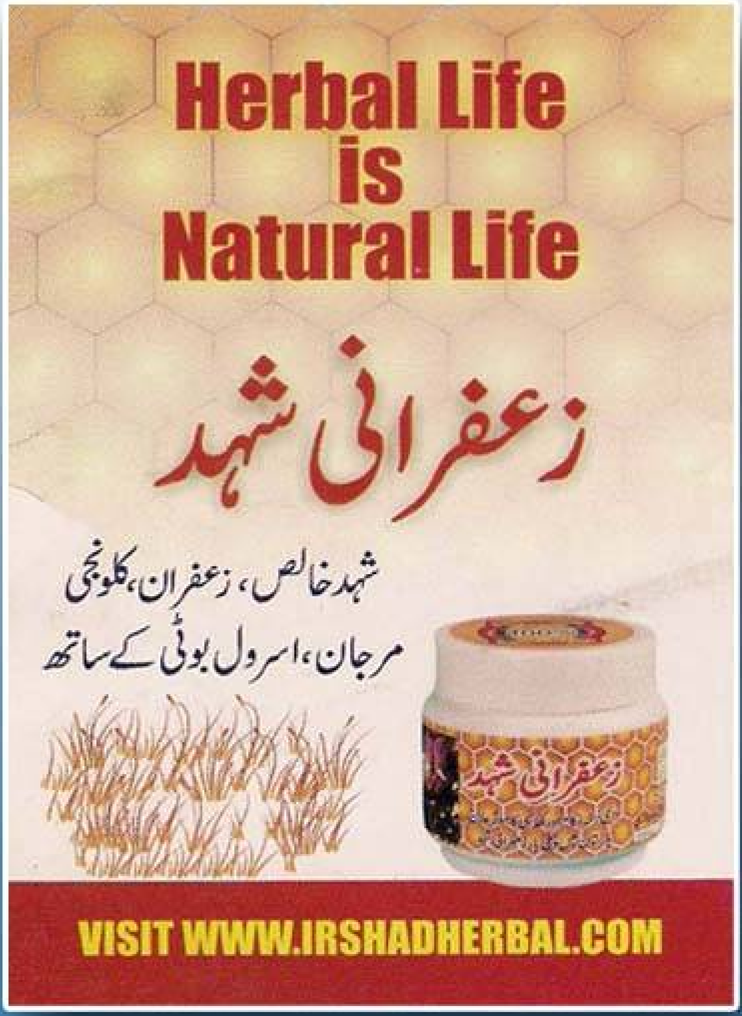

زعفرانی شہد ڈبل ایکشن اسپغول

ضرورت نہیں اس پر سید اصغر عباس ہاشمی نے کہا کہ آپ بے شک پابند نہ ہوں ہمارے ادارے الحمرا کمیونیکیشن کے کام کے ساتھ اپنا کاروبار بھی جاری رکھیں ۔ اندھے کو کیا چاہیئے دو آنکھیں ۔ میں بھی گزشتہ چار، پانچ سالوں سے فارغ رہنے اور ملازمت نہ ہونے سے تنگ تھا۔ دوسرے قرض حسنہ کا گراف بہت بڑا ہوا تھا لہذا میری بھی یہ خواہش اور کوشش تھی کہ قرض ادا کر کے اپنی رہائش کا مسلہ حل کیا جائے۔ لہذا میں نے سید اصغر عباس ہاشمی کی اس آفر کو قبول کرلیا۔ اور تنخواہ 20-25 ہزار کے بجائے ۔ =/10000 ہزار رکھی ایک ہزار فون کا بل اور 2500 پیٹرول کا۔ خالد بٹ صاحب سے کاروبار کے آغاز سے ہی یہ طے تھا کہ پوری ایک سیلز کی ٹیم تشکیل دی جائے گی اس کی نگرانی کرنا میری ذمہ داری ہوگی ۔ لہذا 6 سے 8 ماہ تک میں نے اپنے وقت کو بہت قیمتی جانتے ہوئے۔ صبح آٹھ بجے خالد بٹ کے آفس واقع ثانی ٹیرس پہنچ جاتا نو بجے سیلز مین آتے ان کو بل اور کاغذات دے کر علاقہ سمجھا کر فیلڈ کے لیے روانہ کرتا، ساتھ ہی سیلز میوں کے مسائل پروڈکٹ کے حوالے سے دوکانداروں کی باتیں، مسائل پر بات کرتا۔ دکانوں کے چکر بھی لگاتا۔ ایک بجے کے بعد میں الحمرہ کے کلائینڈ سے ملاقات کرتا۔ عموماً کلائینڈ دن کے دوسرے حصے میں میٹنگ کو ترجیح دیتے۔ ان اوقات میں سے وقت نکال کر میں جہاں ادویہ کی تیار کرواتا وہاں بھی چکر لگاتا۔ بہر حال اتنی زیادہ محنت کرنے کا مجھے ثمر بھی مل رہا تھا۔ کہ مالک مکان بجلی، گیس اور دیگر بل اور بہت چھوٹے موٹے قرضے بھی ادا ہونا شروع ہوگئے تھے۔ اور اللہ کا بے حد شکر کہ اندھیری رات ختم ہوگئی تھی۔ صبح کا اجالا پھیل رہا تھا اگر اسی طرح کام چلتا رہتا تو شاید میں اپنی رہائش کا مسئلہ بھی حل کرلیتا۔ اور اپنے

محسنوں کے قرض وقرض حسنہ بھی ادا کر دیتا ، اس کے ساتھ میں نے مالک مکان سے ایک دو سال کا مزید وقت مانگا جو اس نے اپنی خوشی سے دیا اس لیے کے مالک مکان کو اس کی تمام سابقہ ادائیگی ہوگئی تھی اور کرایہ بھی بڑھا کر دے رہا تھا۔ اس دوران سید اصغر عباس ہاشمی نے حبیب چیمبر میں جہاں بڑے بھائی کا دفتر ہے، میں وہ دفتر بڑے بھائی کی مرضی سے فری آف کاسٹ استعمال کر رہا تھا۔ اس کو کرایہ پر لیا اور الحمرا کا آفس بنایا جبکہ میرا خیال تھا کہ آفس کے بغیر بھی الحمرا کو بزنس مل رہا تھا۔ مگر ان کا خیال تھا کہ جس دفتر کو آپ استعمال کر رہے ہیں اسکا کرایہ بھائی کو اپنی جیب سے دینا پڑتا ہے۔ میرے لئے یہ بات بڑی معنی خیز تھی کہ جس بھائی کا یہ ذکر کر رہے ہیں ان کے لئے 1500 کرایہ کی مد میں دینا ایسا تھا جیسے کہ اونٹ کے منہ میں زیرہ اس لئے کہ وہ بھائی تمام بہن بھائیوں کے برے وقت میں بہت خیال رکھتے رہے ہیں آج بھی ہر ممکن مدد کرتے ہیں۔ بہر حال کرایہ کے دفتر کے بعد دفتر کے لئے کمپیوٹر سیٹ خرید اگیا اور پھر ایک آپریٹر رکھی اور ایک آؤٹ ڈور ملازم رکھا اس طرح دفتر کا خرچہ 25000 ہزار کے قریب ہونے لگا۔ اس دوران میں جو اشتہاری مہم تیار کر کے بھیجتا اس کے برخلاف اشتہارات شائع ہوتے۔ جب احتجاج کیا جاتا تو سید اصغر عباس ہاشمی کا ایک ہی جواب ہوتا کہ جنگ اخبار میرے باپ کا نہیں ہے وہ آگے پیچھے کر دیتے ہیں"۔ اس طرح کلائنٹ بن کر ٹوٹ جاتے پھر میں نئے کلائنٹ کی تلاش کرتا اس کے لئے میں نے اخبار میں اشتہار بھی دیا کہ ٹی وی کمرشل ہم سے تیار کروائیں اور پاکستان کے پرنٹ میڈیا کیلئے ہم سے رجوع کریں۔ اس طرح مجھے کئی نئے کلائنٹ ملے جن کے میں نے ٹی وی کمرشل تیار کرائے۔ مگر جس پارٹی سے

مجھے زیادہ منافع ملنے کا خیال ہوتا اس پارٹی کے اشتہار خراب کئے جاتے یا ٹی وی کمرشل وقت پر تیار نہیں ہوتے۔ البتہ سید اصغر عباس ہاشمی صاحب کی طرف سے مجھ پر یہ نفسیاتی دباؤ ڈالا جاتا کہ کراچی آفس پر خرچ بہت ہو رہا ہے۔ مگر بزنس کا حصول کم ہے اُس وقت میں نے سید اصغر عباس ہاشمی پر واضح کر دیا کہ آپ ہی نے آفس و دیگر اخراجات بڑھائے ہیں۔ ورنہ آپ کے لئے میں 4000 ہزار میں وہی کام کر رہا تھا جہاں تک زیادہ بزنس کے حصول کا تعلق ہے تو جس چیز میں میرا کمیشن ہو اُس کو میں کبھی پس پشت نہیں ڈال سکتا سید اصغر عباس ہاشمی کو ایک شکایت یہ بھی تھی کہ آپ دفتر میں موجود نہیں ہوتے ہیں تو میں نے کہا کہ میں دفتر میں نہ بھی ہوں تو کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی الحمرا آفس آیا ہو اور مجھے نہ پایا ایسا کبھی نہیں ہوتا اس لئے کہ الحمرا کے بزنس کیلئے مجھے خود کلائنڈ کے پاس جانا ہوتا ہے۔ اور اخبارات کے جو لوگ آتے ہیں وہ فون پر وقت طے کر کے آتے ہیں۔ اور میں طے شدہ وقت سے آدھے گھنٹے پہلے پہنچ جاتا ہوں۔ اس دوران میں خالد بٹ کے آفس کا بھی انتظام دیکھ رہا تھا اور ان کی سیلز ٹیم کسی حد تک بہتر ہو گئی تھی۔ لہذا میں شام میں چکر لگاتا اور شام میں ہی دوسرے دن کا کام سمجھاتا۔ خالد بٹ صاحب نے میرے علاوہ دیگر دوستوں کے ساتھ مل کر بھی کافی تجربات کیے جس سے میں انگلش لینگویج سینٹر کا قیام۔ ARY کی Baby پروڈکٹ کی ڈسٹری بیوشن۔ خیر پور سندھ سے کھجور درآمد کی گو کہ خالد بٹ نے ایک سال کے اندر اندر تقریباً 5، 6 تجربے کئے میں بڑا فکر مند تھا کہ ایک سال میں اتنے تجربات میری فکر مندی کی وجہ یہ تھی کہ اگر یہ ڈوبے تو میں ڈوبوں گا۔ اگر میں نے اپنی رقم نہیں لگائی ہوتی تو بھی مجھے فکر ہوتی کیونکہ خالد بٹ ایک نمازی، ایماندار

آدمی ضرور ہیں اور ایک ایماندار آدمی کے لیے فکرمند ہونا ایمان کا حصہ ہے۔ مگر ساتھ ہی خالد بٹ کانوں کچے کے بھی ہیں۔ خالد بٹ کا خیال تھا کہ آپ اس دفتر میں مطب بھی کھول سکتے ہیں مگر خالد بٹ کا کاروباری مزاج کراچی کے موسم کے رنگ کی طرح تھا۔ اس لئے میں فوری طور پر فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ پھر خالد بٹ کا اصرار یہ بھی تھا کہ آپ الحمرا (اشتہارات) کا کام ختم کر کے کل وقتی ہمارے ساتھ کام کریں۔ جس پر میں نے ان سے کہا خالد صاحب مجھے بھی اشتہارات کیلئے کلائنڈ کے پاس جانا اچھا نہیں لگتا اس کوشش میں ہوں کہ آپ کے پاس سے جو منافع ہو وہ میں اسی ہربل کے کام میں انویسٹ کر دوں تا کہ یہ کام بہت بہتر ہو جاے اور الحمرا سے مجھے جو رقم ملتی ہے اس سے میں گھر کا خرچ چلاتا رہوں اس سلسلے میں خالد بٹ کو میں نے یورپ کی کچھ معلومات بھی دیں وہ پارٹی ہماری پروڈکٹ میں دلچسپی لیتی ہیں۔ مگر خالد صاحب کا خیال تھا کہ پہلے پورے پاکستان میں پروڈکٹ متعارف ہو پھر بیرون ملک اس کے لئے ہمیں سرمایہ کی بھی ضرورت ہے۔ اسی دوران زعفرانی شہد کا راولپنڈی سے ایک بڑا آرڈر موصول ہوا۔ بادشاد دی ہٹی حکیم شیخ امین کا ادارہ ہے اور حکیم شیخ امین کو میں تکبیر کے وقت سے جانتا ہوں ان کا رابطہ عامر ز کلونجی آئل کے ادارے میں عامر اسمٰعیل نے اپنے دفتر میں کرایا تھا۔ حکیم شیخ امین ایک ایماندار بیوپاری ہیں۔ حکیم شیخ امین نے 30، 40 ہزار کا مال زعفرانی شہد ادھار پر طاب کیا مگر ہم نے خالد بٹ صاحب کے مشورہ سے 20 سے 15 ہزار کا مال ارسال کر دیا۔ ایک ماہ کے بعد حکیم عمران شیخ جو حکیم شیخ امین کے بھانجے ہوتے ہیں رقم لیکر خالد بٹ کے آفس آئے خالد بٹ صاحب نے مجھے دو تین گھنٹے قبل فون

کر کے اطلاع کی کہ آج بادشاہ دی بیٹی کی رقم لیکر کوئی حکیم عمران آ رہے ہیں ۔تم دفتر آ جانا تا کہ مزید آرڈر وغیرہ کی کوئی بات ہو تو اسے ہینڈل کرنا ۔بہر حال حکیم عمران شیخ رقم لیکر آئے انہوں نے رقم کی ادائیگی کے بعد آفس کی لوکیشن دیکھتے ہوئے یہاں اپنا مطب قائم کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ۔خالد بٹ صاحب نے فوری حامی بھر لی ۔اور میری طرف اشارہ کر کے یہ کہا نصیر الدین بھی حکیم (ہمدرد) ہیں یہ بھی آپ کے ساتھ ہوں گے‘‘ حکیم عمران کے جانے کے بعد میں نے خالد بٹ سے واضح طور پر کہا کہ بھائی اس کے ساتھ مطب نہیں کرونگا کیوں کہ یہ نیشنل کونسل کے فارغ التحصیل نہیں ہیں ۔اور نہ ان کے پاس حکومت پاکستان کا رجسٹریشن ہے ۔لہذا میں اپنا نام اور سند ان کے لئے استعمال نہیں کرونگا ۔میں معذرت چاہتا ہوں جگہ دفتر آپ کا ہے جس طرح چاہیں استعمال کریں ۔ہاں آپ کی ڈسٹری بیوشن کا کام میں دیکھتا رہوں گا ۔ایک ہفتے مجھے کچھ زیادہ مصروفیت رہی ۔جب میں خالد بٹ کے آفس پہنچا تو وہاں کا نقشہ ہی بدلا ہوا تھا ۔چھوٹے چھوٹے کیبن بنے ہوئے تھے ایک میں حکیم عمران شیخ تشریف فرما تھے حکیم عمران نے خالد بٹ کو شیشے میں اتار کر ان سے دو لاکھ کی انویسٹمینٹ TIENS نامی کمپنی میں کرا دی حکیم عمران کا خیال تھا کہ میں سیلز ٹیم کو دیکھنے کی زحمت نہ کروں وہ فیلڈ فورس کی بھی خود نگرانی کر لیں گے ۔اور میں نے بھی خالد بٹ کے دفتر جانا کم کر دیا ۔اور یوں جس دفتر کی بنیاد میں نے اور خالد بٹ نے رکھی تھی ۔مانا کہ پیسہ خالد بٹ کا تھا لیکن محنت اور وقت لگا کر ہم نے اُسے ایک کاروباری مرکز کی شکل دی ۔پھر دو ماہ بعد خالد بٹ کا فون آیا کہ آپ دفتر کیوں نہیں آ رہے میں نے کہا کہ آپ کی طرف سے کوئی آرڈر نہیں ہے ۔لہذا میں نہیں آیا میں

حکیم عمران شیخ کے وزیٹنگ کارڈ کا عکس

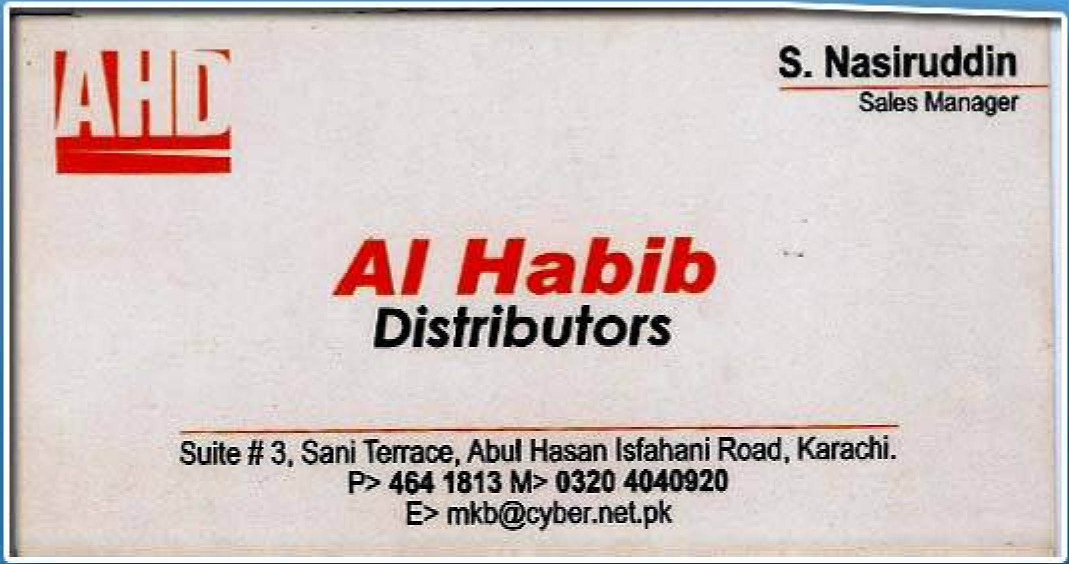

حکیم سید نصیر الدین کا وزیٹنگ کارڈ
بحیثیت سیلز مینجر

آج یا کل میں چکر لگاتا ہوں۔ تو انہوں نے کہ اب ہم ثانی ٹیرس میں نہیں بلکہ بلال مسجد کے عقب میں جو دوکانین ہیں وہاں پر دفتر
شفٹ ہوگیا ہے۔ میں دوسرے دن جب وہاں پہنچا تو ان کے ملازم نے دکان کھولی خالد بٹ صاحب آ گئے۔ گرم جوشی سے ملے۔
میرے معلوم کرنے پر دفتر اتنی بڑی جگہ سے چھوٹی دوکان میں کیوں کر شفٹ ہوگیا۔ باقی کا مال اسباب کیا ہوا۔ آپ کی ایسٹ انڈیا
کمپنی کے نمائندے حکیم عمران شیخ کہاں گئے۔ خالد بٹ خاموش رہے میں سمجھ گیا کہ بہادر شاہ ظفر کے ساتھ کچھ اچھا نہیں ہوا۔ خدا
گواہ ہے کہ خالد بٹ سے زیادہ مجھے افسوس ہوا کیوں کہ اس کے ایک دو ماہ بعد یہ دفتر بھی بند ہوگیا میرا وقت اور سرمایہ دونوں ہی
ڈوب گئے کیونکہ خالد بٹ سے ملنے والی منافع کی رقم کا بڑا حصہ میں ادویہ کی را میٹریل کی خریداری پر خرچ کر چکا تھا۔ اس وقت بھی
خالد بٹ کا خیال تھا کہ آپ اس دوکان میں قائم کلینک یا مطب کو سنبھالیں میں نے کہا کہ میں مطب کھولنے میں دلچسپی نہیں رکھتا
ہوں۔ بہرحال اس مسئلہ پر خالد صاحب سے تلخی بھی ہوگئی پھر میں نے خالد بٹ کے دفتر جانا ختم کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد معلوم ہوا کہ
حکیم عمران واپس پنجاب چلے گئے۔ اور اب میں زیادہ وقت الحمرا کمیونیکیشن کو دے رہا تھا مگر یہاں بھی سید اصغر عباس ہاشمی کا نفساتی
حربہ کہ بزنس کم ہے کراچی آفس کے اخراجات زیادہ ہیں۔ کراچی میں الحمرا کمیونیکیشن کا دفتر قائم ہوتے ہوئے ایسی کوئی شرائط نہیں
تھی کہ کتنا بزنس ملنا لازم ہے۔ چونکہ میرا کمیشن ہے لہذا میں زیادہ کی کوشش کر رہا ہوں اس دوران میں نے ایک عجیب بات یہ محسوس
کی کہ جس کلائند کے بارے میں، میں سید اصغر عباس ہاشمی سے تبادلہ خیال کرتا ہوں وہ کلائنڈ میرے پاس سے چلا جاتا ہے اور جس

کلائنٹ پر میں خاموشی سے ورک کرتا ہوں تو اُس کی اشتہاری مہم تو مل جاتی ہے مگر وہ اشتہاری مہم خراب کر دی جاتی ہے جس کا میں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں ۔ الحمرا کمیونیکیشن کے حوالے سے صرف پرنٹ میڈیا کیلئے ہی نہیں بلکہ الیکٹرانک میڈیا کے لیے بھی کلائنٹ سے میٹنگ ہوتی تھی ۔ مجھے ٹی وی کمرشل کے سلسلے میں تھوڑی دشواری ہوتی تھی ۔ مجھے بار بار لاہور خورشید رضوی یا سید اصغر عباس ہاشمی سے معلوم کرنا پڑتا ۔ اس دوران میری نظر سے ایک اشتہار گذرا کہ ٹی وی اینڈ فلم پروڈکشن سیکھنے کا موقع ،فون کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ سلیم مغل کا ادارہ ہے TMT سلیم مغل صاحب سے بہت پرانے تعلقات تھے ۔ لہذا مجھے اعتماد ہوا کہ یہ ایک بہتر ادارہ ہے ۔ عثمان انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی بالمقابل سفاری پارک مین ان کے کورس کا Demo ہوا جس میں سلیم مغل صاحب نے واضح طور پر کہا کہ اس وقت ٹی وی چینل میں بے شمار ڈیمانڈ ہے ۔ آپ لوگ یہ کورس کر کے اس فیلڈ میں اپنے لیے روزگار کے مواقع بہت آسانی سے حاصل کر سکتے ہیں ۔ میں نے بھی =/25000 ہزار کی قربانی دے کر یہ علم بھی سیکھے کا ارادہ کر لیا ۔ اس ٹریننگ پروگرام کی مدت 3 ماہ اور فیس =/25000 جو 3 اقساط میں ادا کی گئی ۔ اس دوران اکثر سید اصغر عباس ہاشمی کا فون آتا تھا کہ آپ کیا کر رہے ہیں ۔ اتوار کو آپ کیا کرتے ہیں ؟ میں ان کا پابند تو نہ تھا ۔ اس لیے میں نے انہیں بتانے کی زحمت گوارہ نہ کی خاموشی سے اپنا کام کرتا رہا ۔ تین ماہ کی ٹریننگ مکمل ہوئی پروگرام کے آخر میں پروگرام تیار کر کے Presentation کرنا تھی ۔ جیسے کوئی ڈرامہ ، ڈاکومینٹری ، ٹی وی کمرشل ، اس وقت سلیم مغل نے میرے ساتھ تعاون کرتے ہوئے میرے اسکرپٹ کی منظوری دیتے ہوئے پانچ

TMT پروڈکشن پروگرام میں پروفیسر سلیم مغل لیکچر دیتے ہوئے

چھ افراد کی ٹیم کے ساتھ مجھے پروگرام کوآرڈینیٹر کے طور پر مقرر کیا۔ کیمرہ، لائٹنگ اور ایڈیٹنگ وغیرہ انہوں نے مہیا کی اور ہم نے رخصتی کے نام سے ایک ڈرامہ پروڈیوس کیا۔ اسی دوران سید اصغر عباس ہاشمی کا کراچی آنا ہوا۔ تو میں نے ایک ملاقات میں ان سے کہا کہ میں نے پروڈکشن کا کورس کیا ہے۔ آڈیو، ویڈیو ایڈیٹنگ بھی میں نے سیکھ لی ہے۔ تھری ڈی پر کام کر رہا ہوں۔ اگر ہم کراچی سے اب کمرشل بک کرتے ہیں۔ تو ہم یہاں کراچی میں ہی اسے شوٹ کر سکیں گے اس طرح ہمیں اچھی خاصی بچت ہو جائے گی۔ میری یہ بات سن کر سید اصغر عباس ہاشمی صاحب ایک دم ہی ہتھے سے اکھڑ گئے اور تلخی سے بولے معذرت! پروڈکشن ہاؤس ہم خود لاہور میں لگا رہے ہیں۔ ہم یہاں کراچی میں اس طرح کے کسی سیٹ اپ کے حق میں نہیں ہیں۔ اگر آپ اشتہارات کی مارکیٹنگ کر سکتے ہیں تو خیر ورنہ آپ کی مرضی۔ پھر اس واقعہ کے دو ہفتے کے بعد انہوں نے یہ کہہ کر کہ کراچی کا الحمرا کمیونیکیشن بیورو آفس بند کر دیا کہ یہ دفتر خسارے میں جا رہا ہے۔ لہٰذا ہم اس کو بند کرنا چاہتے ہیں آپ اسٹاف کو فارغ کر دیجئے آپ خود ملازمت ڈھونڈ لیجئے ہم آپ کو تین ماہ تک دس ہزار روپے مہینہ دیتے رہیں گے۔ میرے لئے ان کا یہ قدم بہت تکلیف دہ اور حیران کن تھا آج اگر میں پروڈکشن کا کام سیکھ کر خود کچھ کرنا چاہتا ہوں تو بجائے اس کے کہ وہ میری مدد یا حوصلہ افزائی کریں وہ مجھے اپنا کاروباری حریف سمجھ رہے ہیں۔ حالانکہ چند سال پہلے اگر انہوں نے خود مجھے گائیڈ کیا ہوتا جب وہ مجھے اسلام اخبار میں ملازمت کی بحالی کا آسرا دے رہے تھے اور محمد طاہر کے ساتھ کام کرنے کا مشورہ دے رہے تھے اس وقت اگر مجھے وہ یہ گائیڈ کرتے کہ کمپیوٹر کے ذریعہ الیکٹرانک میڈیا میں انقلابی

تبدیلیاں آرہی ہیں۔ میں بھی انہیں سیکھ کر معاشی طور پر خود کو مستحکم کر سکتا ہوں مگر انہوں نے اس حوالے سے میری کوئی رہنمائی نہ کیا ب جبکہ میں خود اس فیلڈ میں اپنی کوشش لگن اور محنت سے آگیا ہوں تو وہ میرے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہیں جب کہ وہ وقت بھول گئے جب میں نے اشتہارات کی فیلڈ میں ان کی راہنمائی کی تھی الحمرا کمیونیکیشن کا کراچی آفس بند ہونے سے قبل ایک ماہ پہلے کی بات ہے لاثانی ان کا کلائنڈ ہے۔ اسے میں نے یہاں کے اخبارات میں ایکسپریس اخبار کے ریٹ انتہائی سستے کرا کے دیئے۔ اسی طرح دوسرا کلائنڈ جس کی اشتہاری مہم گزشتہ کئی سالوں سے میں خود چلا رہا تھا۔ اس کلائنڈ کو مجھ پر اعتبار تھا دو لاکھ کے بجٹ کو اس کے سامنے رکھا تو اس نے ڈیڑھ لاکھ کی منظوری دی جبکہ میڈیا کو صرف 40-45 ہزار دینا تھا۔ جس پر سید اصغر عباس ہاشمی نے مجھے شاباشی دی جب انہوں نے بل بھیجا تو کہنے لگے کہ آپ پچاس چالیس ہزار لے لیں باقی اس پارٹی سے زیادہ نہ لیں زیادتی ہوگی۔ میں نے ان سے کہا آپ کہہ رہے ہیں کہ ادارے کو خسارہ ہو رہا ہے تو میں جلد ہی آپ کا یہ خسارہ پورا کر دوں گا۔ جہاں تک یہ سوال کہ کلائنڈ سے زیادتی ہو رہی ہے یا یہ بد دیانتی ہے تو تو خود سید اصغر عباس ہاشمی نے تکبیر کے زمانے میں اپنے ایک کلائنڈ یعنی آزاد کشمیر کی پارٹی سے ایک بیک پیج کا ٹائٹل دس کے بجائے 35 ہزار میں پرنٹ کیا تھا۔ وہ بات انہوں نے محمد صلاح الدین شہید صاحب سے ایک ملاقات میں بھی کہی کہ جو ٹائٹل دس بارہ ہزار کا ہوتا ہے وہ میں نے 35 ہزار میں بک کیا ہے۔ لہذا مجھے توثیقی سند دی جائے سلمان شاہ رخ ان کا یہ تعریفی لیٹر روک کر بیٹھے ہوتے تھے کئی دفعہ انہوں نے مجھ سے اس کا ذکر کیا اگر صلاح الدین صاحب اپنے دفتر میں ہیں تو

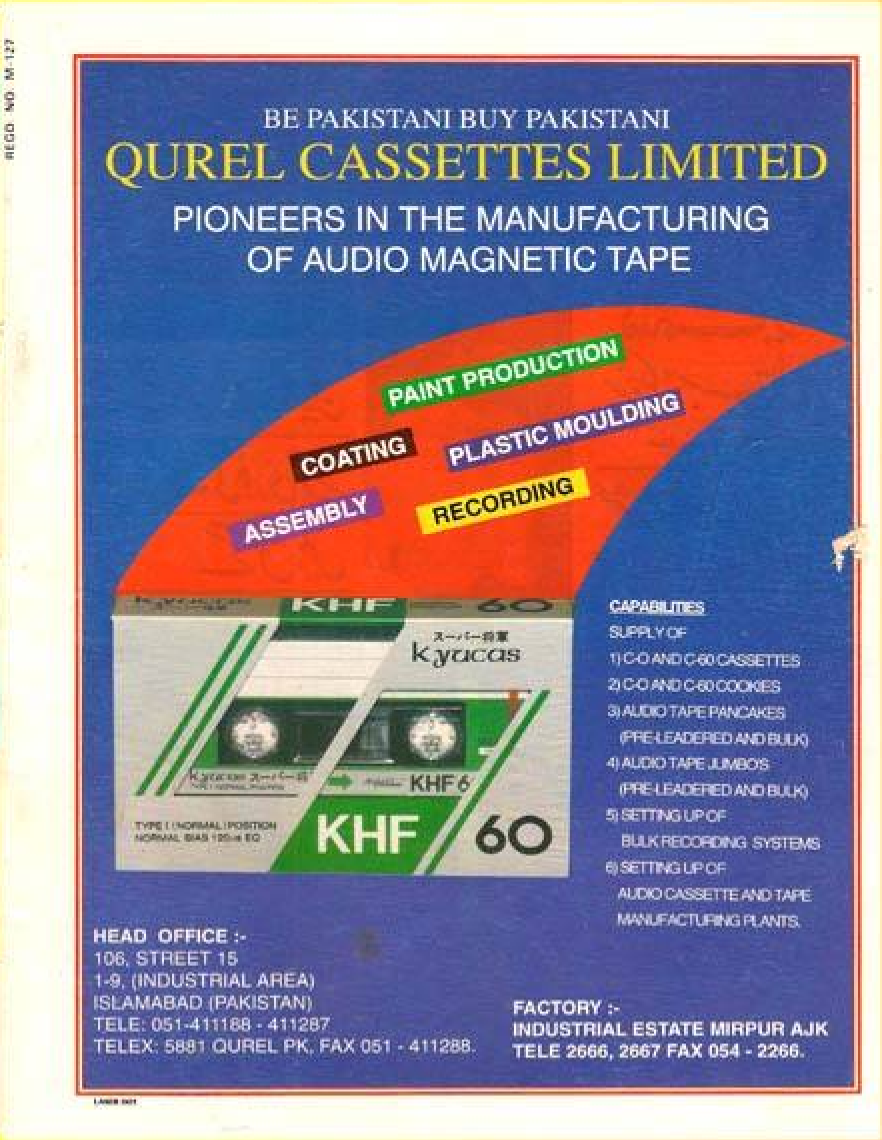

تکبیر کے بیک کور ٹائیٹل کا عکس جسے سید اصغر عباس ہاشمی نے ۳۵ ہزار میں بک کیا

سلمان شاہ رخ سے لیٹر لے کر دستخط کرا کے مجھے ارسال کر دو۔" (اشتہار کا عکس دیا جا رہا ہے) الحمرا کمیونیکیشن کا دفتر کراچی آفس بند ہونے سے قبل میں نے ان کو کئی اچھے کلائنڈ دیے بقول خورشید رضوی صاحب کے جو خود کو الحمرا کمیونیکیشن کا پارٹنر بھی کہتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ آپ نے تو اتنا اچھا بزنس کر کے دیا پھر عباس صاحب کراچی دفتر بند کیوں کرر ہے ہیں؟ بہر حال الحمرا کا دفتر بند ہونے اور خالد بٹ سے کاروباری معاملات ٹھپ ہونے کے بعد میں پھر اس مقام پر آ گیا تھا جس طرح کہ آپ کتاب شہادت میں پڑھ چکے ہیں کہ ثروت جمال اصمعی کو فاتح کی جھلک دکھا کر تکبیر سے سبکدوش ہونے پر مجبور کیا گیا اور جب وہ تکبیر چھوڑ کر فاتح میں آئے تو چند ہی ہفتوں بعد فاتح کے دروازے بھی بند کر دیے گئے مجھے بھی اپنے ساتھ کچھ ایسا ہی معاملہ لگ رہا تھا خالد بٹ سے کاروباری روابط عروج پر م تھے اور تب الحمرا کمیونیکیشن کا دفتر قائم ہونا پھر اچانک دفتر کا بوریا بستر سمیٹ لیا گیا مگر ثروت جمال اصمعی صاحب کو تو کسی نادیدہ قوت نے اپنی گاڑی میں لفٹ دے کر روزنامہ جنگ کی سیڑھیوں پر چھوڑ دیا انہوں نے پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا کہ ان کے ساتھ چلنے والوں پر کیا گزر رہی ہے۔ بقول اقبالؒ ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی ، گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن اُس وقت میں نے سوچا کہ میں نے پروڈکشن کا ٹریننگ پروگرام کیا ہے بقول سلیم مغل کے ٹی وی چینلز پر ملازمت مل جائے گی لہذا کوشش کی جائے۔ جن دنوں کراچی میں الحمرہ کمیونیکیشن کا دفتر بند ہوا اس وقت میں نے روزنامہ ایکسپریس اخبار کی رقم جو میرے توسط سے اشتہارات کی مد میں اخبار کو جاتی تھی۔ وہ رقم میں نے روک لی رکھ لی۔ ایکسپریس اخبار کے نمائندے (جنید فریدی، کامران

خلجی) میرے پاس آتے تھے قابل بھروسہ دوستی کی وجہ سے چیک باؤنس ہونے پر ان کو پھر بھی مجھ پر اعتماد تھا۔ میں نے کہا جلد ہی

آپ کو رقم مل جائے گی۔ اس دوران لاہور سے سید اصغر عباس ہاشمی کا فون آیا کہ آپ نے کتنی رقم ایکسپریس اخبار کی روکی ہے میں

نے کہا کہ ابھی دفتر سے باہر ہوں کچھ دیر کے بعد آپ کو تفصیلات سے آگاہ کر دوں گا۔ سید اصغر عباس ہاشمی نے کہا کہ یہ آپ نے اچھا

نہیں کیا تو میں نے جواباً کہا آپ نے کون سا اچھا کام کیا جب میں گزشتہ 6 سال سے بیروزگار پھر رہا تھا تو آپ نے کبھی ایسی آفر

نہیں کی جب میں ایک بہترین آفس اور بہترین فرد کے ساتھ اپنے کام کو لے کر چل رہا تھا اس وقت آپ کو کراچی میں آفس قائم

کرنے کا خیال کیوں آیا۔ بہر حال تلخی بڑھی تو اس پر انہوں نے کہا کہ آپ کے خلاف قانونی کارروائی بھی ہو سکتی ہے۔ میں نے کہا

بسم اللہ! آپ کی بھی تو تکبیر کے وقت F.I.R. کٹی تھی کیا ہوا اس کے بعد آپ کا کاروبار بہت سیٹ ہو گیا۔ آپ کراچی لاہور آزادانہ

گھومنے پھرنے لگے۔ طنز کے ساتھ میں نے کہا یار میری بھی F.I.R. کٹنے سے معاملات پھر خود بخود سیٹ ہو جائیں گے۔ آئینہ

دکھانے پر وہ چراغ پا ہو گئے اور فون رکھ دیا۔ مجھے اس وقت اس انداز ہو گیا تھا کہ سید اصغر عباس ہاشمی اب وہ والے سید اصغر عباس

ہاشمی نہیں ہیں اس گفتگو کے ایک ہفتے کے اندر اندر مجھ سے وہ رقم وصول کر لی گئی۔ مگر تھرو پروپر چینل میری گاڑی جو فلیٹ کے نیچے

کھڑی تھی۔ اس پر بالائی منزل سے ایک بلاک گرایا گیا جس سے اس کا ونڈ اسکرین ڈیش بورڈ سمیت ٹوٹ گیا، گاڑی کو ٹھیک ٹھاک

نقصان ہوا 25000 سے 30000 ہزار گاڑی پر لگے وقت اور پیسہ دونوں ہی ضائع ہوئے۔ پھر ایک ہفتہ کے اندر گاڑی سے کسی

نے گیس سلینڈر چوری کرلیا۔ میرے فلیٹ کے سامنے جو صاحب رہائش پذیر تھے انہوں نے مجھے دوسرے دن بتایا کہ کل رات آپ کی گاڑی سے 2 افراد سلینڈر نکال کر لے جا رہے تھے۔ ''میں نے کہا'' بھائی آپ میرے گھر کی گھنٹی بجا دیتے یا مجھے آواز دیتے تو انہوں نے کہا کہ ان کے ہاتھ میں ٹی ٹی تھی۔ بہرحال دوسرے دن مجھے گاڑی میں نیا سلینڈر لگانا پڑا۔ سات، آٹھ ہزار روپے اس میں خرچ ہو گئے۔ آٹھ، دس دن کے بعد میں کریم آباد کام سے گیا میں نے اپنی گاڑی کریم آباد پل کے نیچے کھڑی کی اور اوپر فیصل بازار گیا 15 سے 20 منٹ میں میری گاڑی سے کسی نے بریف کیس نکال لیا۔ وہ صرف ایک بیگ یا بریف کیس نہیں تھا بلکہ میرا تمام کاروباری دفتر تھا۔ جس میں رابطہ کی تین ٹیلی فون ڈائری بینک کی چیک بک وی وائرلیس فون ایک میرے نام کی موبائل فون سم تمام کاروباری کاغذات کے ساتھ دکانوں پر جو مال سپلائی کیا تھا خالد بٹ سے معاملات ختم ہونے کے بعد میں نے خود سپلائی شروع کردی تھی۔ اس کے بل جس کی کم از کم مالیت =/55000 ہزار بنتی تھی بہرحال وہاں سے میں نے برادران لا، اپنے بھانجے اور صحافی نجیب احمد مرحوم کو فون کر کے صورت حال بتائی اللہ تعالیٰ نجیب احمد کے درجات بلند کرے اس نے فوراً کہا آپ عزیز آباد تھانہ جائیں میں فون کرتا ہوں بہرحال ایک .F.I.R کاٹی گئی۔ ان متواتر نقصانات اور واقعات نے میری معاشی حالت کو مزید ابتر بنا دیا جس نے بھی ان واقعات کے متعلق سنا تو اس نے صاف کہا کہ آپ کے پیچھے کوئی لگا ہے۔ اس کا ایک ثبوت مجھے اس طرح بھی ہوا کہ میں ناظم آباد میں بیگ کے اسٹال پر کھڑا اپنے لئے ایک بیگ دیکھ رہا تھا۔ اچانک موٹر سائیکل پر ایک نوجوان آیا اس نے ہیلمٹ

پہنا ہوا تھا اس نے کچھ بیگ چیک کیے پھر بولا مجھے لیپ ٹاپ والا بیگ لینا ہے دکاندار نے کہا نہیں ہے تو وہ نوجوان میری طرف دیکھتے ہوئے دکاندار سے بولا یہ رکھو مجھے کریم آباد سے مل جائے گا"۔ ایک دم میں چونکا میں نے پلٹ کر اس کا چہرہ دیکھنا چاہا تو یہ جا وہ جا اتفاق سے ان ہی دنوں میں نے لیپ ٹاپ کی ٹیوشن لی تھی اور خریدنے کی کوشش میں تھا اس لیے مجھے اس نوجوان کی بات پر حیرت ہوئی۔ مجھے وہم نہیں بلکہ کئی دفعہ احساس ہوا کہ موٹر سائیکل پر اکثر کوئی میرا تعاقب کرتا ہے گزشتہ چند سالوں سے میں نے اپنے مزاج میں یہ تبدیلی بھی لائی کہ اسٹاپ پر کھڑی کوئی لڑکی بھی لفٹ طلب کرتی تو میں انکار نہیں کرتا۔ جبکہ مجھے اس کا بالکل احساس تھا کہ کوئی میرا تعاقب کر رہا ہے مگر مجھے چونکہ کسی بھی لڑکی یا عورت کے ساتھ اس کے گھر جانا نہیں ہوتا بلکہ اس سے میرا صرف مقصد یہ تھا کہ وہ نادیدہ قوتیں جو میری ایمانداری، خاص لائف اسٹائل اور بنیاد پرستی سے واقف ہیں وہ مجھے اب بالکل بنیاد پرست نہ سمجھیں اور میرے روزگار میں رکاوٹ ڈالنے سے باز رہیں۔ اب پھر سے اخبارات میں ضرورت ہے کے اشتہارات کا پڑھنا اور ملازمت یا کام کی تلاش کرنا میرا کام تھا ان ہی دنوں اخبار میں ایک اشتہار شائع ہوا کہ کتابوں کی پبلیشنگ کرائیں اور کتابیں چھپوائیں۔ یہ اشتہار ایم اے جالندھری کی طرف سے تھا جو شارع فیصل پر جانس ٹریڈ سینٹر کے مالک بھی ہیں ان سے رابطہ کیا انہوں نے جب میرا C.V دیکھا میرا اچھا کام دیکھا آڈیو وڈیو پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کا کام دیکھ کر انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں آپ کو 25 ہزار تنخواہ دوں گا آپ کو میری تمام کتابوں کی پبلیشنگ کرنا ہوگی۔ تنخواہ کے علاوہ میں آپ کو ہر کتاب پر پچیس ہزار روپے علیحدہ

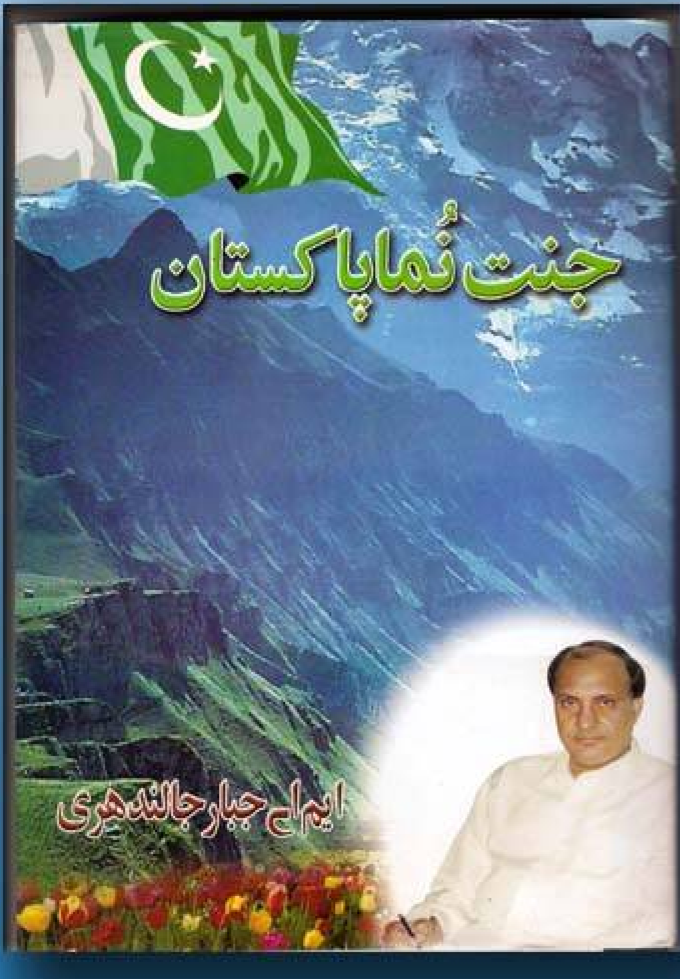

ایم اے جبار جالندھری کی کتاب کا عکس

سے دوں گا آپ کو میری چار کتابیں ایک سال میں شائع کرنا ہوں گی اگر میں آپ کے کام سے مطمئن ہوا تو ہم مل کر ایک اخبار بھی نکالیں گے۔ پروڈکشن کی طرف بھی انویسٹمنٹ ہو سکتی ہے ایم اے جالندھری کی صورت میں مجھے امید کی کرن نظر آئی دو تین ملاقاتوں میں پیکج فائنل ہو گیا۔ انہوں نے مجھ سے ۸ صفحات پر مشتمل اخبار کی فزیبلیٹی مانگی۔ میں فزیبلیٹی بنا رہا تھا کہ دوسرے دن ایم اے جالندھری صاحب کی سیکریٹری مس عنبر کا فون آیا انہوں نے کہا کہ ایم اے جالندھری صاحب لندن جا رہے ہیں آپ کو فون کر کے بلا لیں گے، جالندھری صاحب کا لندن وزٹ اتنا طول کھینچا کہ مہینے سال میں بدل گئے میرا پھر ان سے رابطہ ممکن نہ ہو سکا میں نے ان کے دفتر کے کئی چکر لگائے فون پر رابطے کی کوشش کی مگر رابطے کی ساری کڑیاں نادیدہ مہربانوں نے کاٹ دیں یا کٹوا دی گئیں پھر میں نے الیکٹرانک میڈیا کے تمام چینلز پر اپنا C.V ارسال کیا، دنیا نیوز دن، دنیا ٹی وی لاہور سے مجھے کال بھی آئی کہ آپ انٹرویو کے لئے آ جائیں میں نے انہیں بتایا کہ میں فوری طور پر لاہور نہیں آ سکتا میں ایک ہفتہ وزٹ ارینج کرتا ہوں مگر انہوں نے کہا کہ پھر ہم آپ کو آئندہ کراچی میں انٹرویو کے لئے بلائیں گے۔ پھر مجھے دن ٹی وی چینل سے کال آئی یہاں میں نے انٹرویو دیا اچھا رہا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ ہم آپ کو چند دن میں کال کریں گے۔ مگر ان کی کال نہیں آئی۔ میرے خیال میں نے بیروزگاری کے دوران پاکستان کا کوئی سا چینل ایسا نہیں ہے جہاں میں نے اپلائی نہ کی ہوں یا تو آن لائن C.V ارسال کیا۔ یا کسی کے حوالے سے ملاقات کی۔ مجاہد بریلوی صاحب سے دو بار ملاقات کی ایک اسلام حسین کے توسط سے دوسری ایس ایم اقبال سندھ

شیخ رفیق جو جنگ سے مستعفی ہو کر سماء ٹی وی میں گئے تھے۔ان سے ملاقات کی C.V دیا رنگ ٹی وی جس کی سفارش خالد غوری نے کی تھی۔خالد غوری نے شہریار جو حلیم عادل شیخ کی فیملی سے تعلق رکھتا ہے۔اس سے سفارش کرائی تھی ایک دفعہ اسلام حسین نے کہا کہ آپ کو ملازمت کا نہ ملنا میری سمجھ سے بالاتر ہے۔پھر ان ہی دنوں میں طارق جمیل کی اہلیہ کا فون آیا جو میری اہلیہ کی دوست بھی ہیں وہ اکثر فون کر کے ہماری خیر خیریت معلوم کرتی تھیں جب ان سے ملازمت کا کہا گیا تو انہوں نے مجھے بلایا اور کہا کہ ہمارے ہاں آج کل اجمل سراج صاحب کام کر رہے ہیں۔تاجدار عادل سابق پروڈیوسر پی ٹی وی بھی ان کے ساتھ ہیں وہ ملازمت کے حوالے سے آپ کی کچھ مدد کر سکتے ہیں۔میں فوراً وہاں پہنچا!! اجمل سراج نے مجھ سے کہا کہ میں آپ کو جسارت میں بھیج دیتا ہوں اشتہارات کے لئے آپ پچیس پرسنٹ پر کر لیں، میں نے ان سے کہا حضرت آج کل اشتہارات چالیس اور پچاس پرنسٹ پر کیے جا رہے ہیں مگر میں اشتہارات سے ہٹ کر ملازمت چاہتا ہوں یا اگر اشتہارات کی فیلڈ بھی اختیار کرتی ہے تو بڑے اخبار یا چینل کے لیے" اس لیے کہ میں ایک دفعہ پہلے بھی اسلام، نظریات کی خدمت کر چکا ہوں، میں نے معذرت کر لی، اس کے بعد میری اہلیہ کے پاس شاھین انجم صاحبہ کا فون آیا اور انہوں نے کہا کہ تمہارے میاں تو کچھ نفسیاتی ہو گئے ہیں وہ پچیس ہزار کی ڈیمانڈ کرتے ہیں اس کے جواب میں میری اہلیہ نے کہا۔مارکیٹ اور تجربے کے لحاظ سے ان کی ڈیمانڈ حق پر ہے۔فیلڈ کے کام میں سات آٹھ ہزار تو پیٹرول کی مد میں نکل جاتے ہیں اس دوران عبید مجتبٰی نے مجھ سے کہا کہ میں محمد طاہر سابقہ تکبیر کے کارکن جنہوں نے تکبیر سے سبکدوش

ہونے کے بعد اپنا پرچہ وجود نکالا تھا۔ آج کل سن چینل پر ہیں تم اس سے مل لو۔ میں نے محمد طاہر کو فون کیا تو اس نے کہا 2008 کے انتخابات کے بعد مجھ سے ملو دو ایک رسمی میٹنگ کے بعد یہ طے پایا کہ میں سن ٹی وی چینل کے پلیٹ فارم سے ٹی وی کمرشل اور ڈاکومینٹری تیار کرواؤں گا۔ جس پر خرچہ نکال کر پچاس فیصد رقم ففٹی، ففٹی ہوگی اور دوسرے مجھے ایک پروگرام سن کلینک شروع کرنے کو کہا گیا یہ بھی میرا آئیڈیا تھا جس میں ڈاکٹر حکیم اور ہومیو ڈاکٹرز کی امراض پر بات چیت ہوگی۔ میں نے محمد طاہر سے کہا کہ مجھے بحیثیت پروڈیوسر کے رکھیں لیکن انہوں نے مجھے ڈائرکٹر اور پروگرام کوارڈینیٹر کے طور پر رکھا اور یہ طے پایا کہ سن ٹی وی مجھے 25 ہزار روپے تنخواہ کی مد میں ادا کرے گا۔ کوئی کنوینس نہیں دیا جائے گا۔ میرے لئے یہ پیکج بہت ہی مناسب تھا کہ پندرہ ہزار میں گھر کا خرچ چلے اور دس ہزار پیٹرول اور گاڑی پر لگے۔ اور جو کمرشل آئے اس کے کمیشن سے میں دیگر معاملات حل کروں گا۔ پروگرام آن ایئر ہونے لگے ایک ماہ بعد میں نے سیلری طلب کی تو ٹال مٹول شروع ہوگئی۔ اگلے ہفتے، آج، شام، کل، پرسوں، دوسرے دن وغیرہ وغیرہ ریکوری کے معاملے میں بہت کیکر واقع ہوں۔ اگر کوئی کلائنٹ میرے جائز پیسے دینے میں ٹال مٹول کرے تو میں مسلسل اسے یاد دلاتا رہتا ہوں۔ ہاں اگر کلائنٹ نقصان کی وجہ سے بالکل خالی ہوگیا ہے تو معاف بھی کر دیتا ہوں۔ آٹھ نو پروگرام کے بعد میں نے پروگرام کرنا بند کر دیئے۔ میری دو تین ماہ کی تنخواہ محمد طاہر ہضم کر چکا تھا۔ یہاں دیگر اسٹاف کے ساتھ بھی پیسوں کے حوالے یہ ہی معاملہ تھا لہذا میں نے وقت ضائع کرنے کے بجائے سن کلینک کی سی ڈیز نکلوا کر تجربے اور اپنے پروگرامات کی بنیاد پر دیگر چینل میں

اپلائی کرنا شروع کر دیا۔ مگر کسی چینل پر کہیں بھی کوئی حوصلہ افزاء پیش رفت نہ ہوئی۔ مبشر فاروق سے میرا تیسرا رابطہ چار سال کے بعد اس وقت ہوا جب وہ مقدمہ اخبار کے ایڈیٹر تھے۔ میں شدید معاشی مسائل کا شکار تھا، چونکہ سن ٹی وی پر کام کرتے ہوئے پٹرول اور گاڑی کی مد میں کافی رقم خرچ ہو چکی تھی۔ پھر عبید مجتبیٰ نے ہی مجھے مقدمہ اخبار بھیجا وہاں مبشر فاروق سے تیسری بار میرا رابطہ ہوا۔ میں نے مبشر فاروق سے اس پرانی سفارش اور رابطے کا حوالہ دیا کہ ایک وقت میں آپ نے مجھ سے تکبیر میں سفارش کرائی تھی۔ محمود احمد خان سے آج میں آپ سے اس کا بدلہ چاہتا ہوں کہ آپ مقدمہ اخبار میں اپنی سفارش سے مجھے ملازمت دلوا دیں۔ میں مسلسل بیروزگاری کے سبب قرض دار، مالی دباؤ کا شکار ہوں لیکن مبشر فاروق نے صاف لفظوں میں انکار کرتے ہوئے کہا کہ میرے پاس اختیار نہیں ہے کہ میں کسی کو ملازمت میں رکھ سکوں حالانکہ وہ تکبیر سے راجہ صاحب اور آفتاب صاحب و دیگر ساتھی کو ساتھ لائے تھے۔ اور انہیں ملازمت دی تھی۔ اس وقت مقدمہ اخبار کا دفتر آلہ دین پارک کے ساتھ تھا۔ دو ملاقاتیں ہوئیں یہاں میں نے ان سے بزنس کے حوالے سے بھی بات کی کہ یہاں شعبہ اشتہارات میں اچھے پیکج کے ساتھ ملازمت دلوا دیں اگر ادارتی شعبہ میں گنجائش نہیں۔ پھر میں نے مبشر فاروق سے یہ بھی کہا کہ آپ مقدمہ اخبار کے اونر بلڈرز سے میرا ان سے رابطہ کرا دیں تا کہ میں میڈیسن میں پارٹنر شپ کی بنیاد پر ایک ہی فیلڈ میں ہی اپنی توانائی صرف کر سکوں اور رزق حلال کما سکوں۔ میں نے مبشر فاروق کو کمیشن کے طور دس فیصد شیئر کی بھی آفر کی لیکن مبشر فاروق نے مجھے تینوں آپشن میں مایوس کیا بہر حال اس وقت مجھے خیال آیا کہ انسان کتنا کم ظرف

ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے برابر کسی کو برداشت نہیں کرتا۔ یا بہت جلد وہ اپنا وقت بھول جاتا ہے۔ آج بھی جب میرے خیالات نظریات اور زندگی کے قیمتی سال زیر وزبر ہو گئے تب بھی اگر کوئی مجھ سے سفارش کرنے کو کہتا ہے تو انکار نہیں ہوتا مالی ضمانت سے الگ شخصی ضمانت ضرور دیتا ہوں۔ یہ مزاج کا بھی حصہ اور صلاح الدین شہید کی تربیت کا حصہ ہے۔! (مجھے دشمن سے بھی خودداری کی امید رہتی ہے، کسی کا بھی ہو سر، قدموں میں اچھا نہیں لگتا) سید اصغر عباس ہاشمی سے جھگڑے کے بعد تو کراچی کی زمین دوبارہ سے میرے لئے تنگ ہو گئی تھی۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ سید اصغر عباس ہاشمی صاحب اب وہ نہیں ہیں بلکہ ان کا کنٹرول اور کمانڈ کسی اور کے ہاتھ میں ہے۔ لہٰذا میں نے ان سے صلح کی اور کہا کہ اگر مجھ سے کوئی زیادتی ہوئی ہے تو میں معذرت چاہتا ہوں۔ اور میں جو کاروبار میں تیز چلنے کی کوشش کرتا ہوں تو کوئی لالچ نہیں بلکہ مجھے رہائش کا مسئلہ حل کرنا ہے۔ میرے اوپر بہت قرضے ہیں جنھیں ادا کرنا ہیں انہوں نے مجھ سے کہا'' کہ آپ ڈائریکٹری کا دوسرا ایڈیشن نکال لیں اور لاہور کا چکر لگائیں یہاں میں آپ کو دو لاکھ تک کا بزنس کر دوں گا۔ باقی آپ اپنی کوشش کریں۔ دوسرے آپ اپنا فلیٹ خالی کر دیں۔ مالک فلیٹ سے آپ کے معاملات کی وجہ سے آپ کے لیے مشکلات زیادہ ہیں'' میں اپنے معاشی مسائل کی وجہ سے فلیٹ خالی نہیں کر رہا تھا جس وجہ سے مالک فلیٹ کے ساتھ میرے معاملات خراب تھے مالک فلیٹ نے فلیٹ خالی کرانے کے لیے یونین کونسل کی مدد لی اُس وقت یونین کونسل متحدہ قومی موومنٹ کے پاس تھی مصالحتی کمیٹی نے مجھے باقاعدہ دھونس، دھمکی دی '' آپ کے بچے کتنے ہیں، مکان خالی کر دیں ورنہ آپ اللہ کے عذاب میں آجائیں

گے یہاں تک کہ نہ معلوم افراد کی طرف سے فون کال پر بھی دھمکیاں دی گئیں دھمکی دینے والے نے خود کو کبھی رینجرز کا بتایا کبھی آرمی کا جب میں اُس سے ملاقات کرنا چاہتا تو ملاقات نہیں کرتا ۔ لیکن سید اصغر عباس ہاشمی کی سمجھ میں یہ بات کیوں نہیں آرہی تھی کہ بیروزگاری کی حالت میں فلیٹ کیسے خالی کرسکتا ہوں ۔ میں نے سید اصغر عباس ہاشمی سے درخواست کی کہ وہ فوری طور پر دنیا چینل پر مجھے ملازمت دلوائیں سن ٹی وی کی وجہ سے بھی مجھے اب مزید تجربہ ہوگیا ہے ہے، دوسرے دنیا ٹی وی سے مجھے کال بھی آتی تھی ۔ مگر میں لاہور آسکتا تھا ۔ میرے خیال میں سید اصغر عباس ہاشمی مجھے کسی بھی چینل پر چار سال قبل بھی کوئی بھی ملازمت دلوا سکتے تھے ان کے لیے یہ مشکل نہ تھا ۔ وہ بحیثیت ایڈ ایجنسی کے مختلف چینل کو لاکھوں کا بزنس دیتے ہیں ۔ تو ایک فرد کی ملازمت کے لیے سفارش کرنا کوئی بڑی بات نہیں تھی ۔ لیکن پھر چند مہینے بعد انہوں نے ملازمت دلوانے سے تو معذرت کرلی لیکن ڈائریکٹری کے لئے ضرور آفر کی کہ لاہور کا ایک چکر لگا کر بزنس کرلیں ۔ فروری 2009 میں کیے جانے والا دو لاکھ بزنس کا وعدہ مارچ 2010 میں موصول ہوا سید اصغر عباس ہاشمی کی جانب سے جو صرف =/60000 کا تھا جس میں ایجنسی کمیشن Less کیا گیا ۔ نادیدہ قوتوں کی کوشش یہ تھی کہ ڈائریکٹری شائع نہ ہو اس لیے اشتہارات کی رقم اشاعت سے قبل قسطوں میں ادا کی گئی ان حالات میں جب معاشی تنگی اپنی انتہا پر تھی مقصد یہ تھا کہ رقم خرچ ہو جائے اور میں ایک اور قرض داروں کا رجسٹرڈ کھول کر نفسیاتی دباو کا شکار ہو جاؤں ۔ مگر اللہ کا شکر ہے کہ اللہ نے آل پاکستان اطباء ڈائریکٹری کا دوسرا ایڈیشن نکالا جو الحمد اللہ تمام مسائل مصائب و مشکلات کے باوجود یہ ایڈیشن بہت بہتر

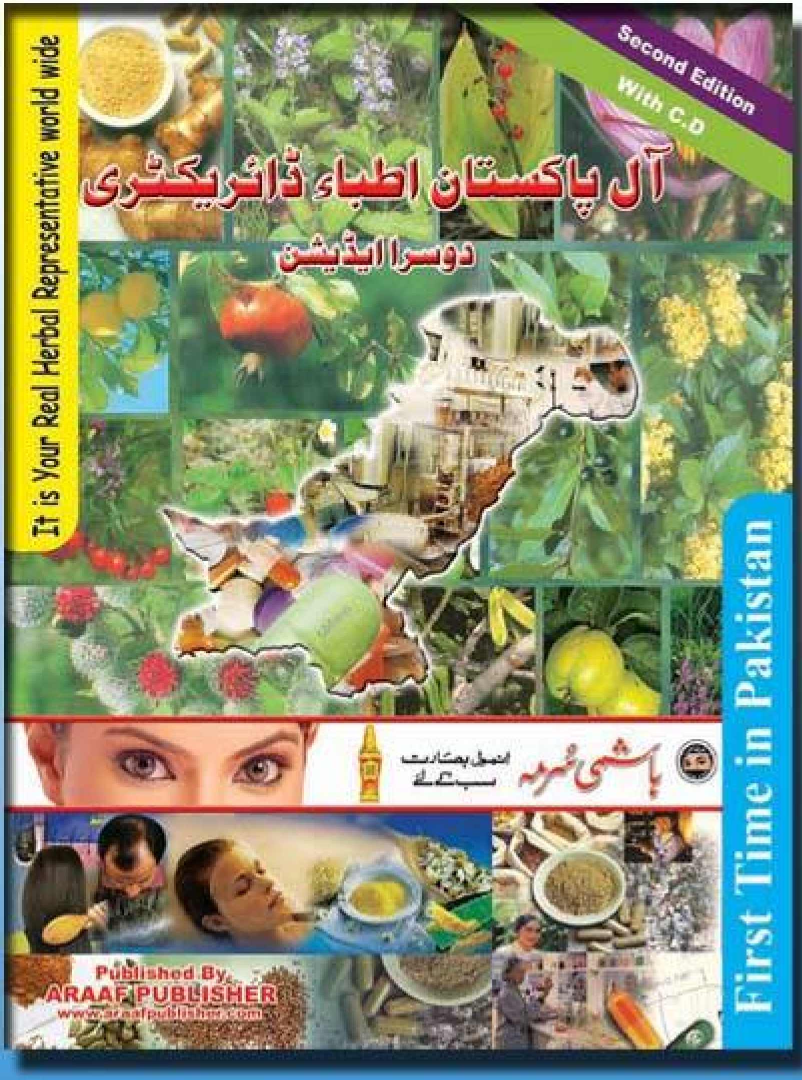

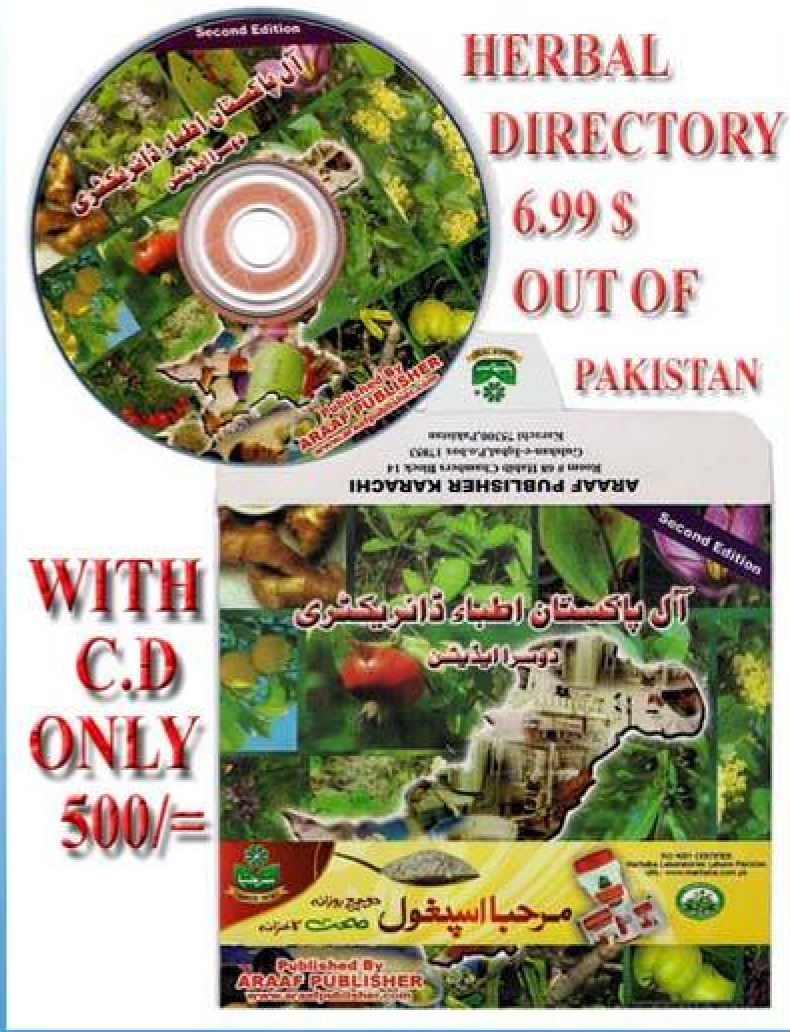

آل پاکستان اطباء ڈائریکٹری کی دوسری اشاعت سی، ڈی کے ساتھ

شائع ہوا آل پاکستان اطباء ڈائریکٹری کی دوسری اشاعت کے ساتھ ہی پھر ان نادیدہ قوتوں کی طرف سے یہ کوشش کی گئی کہ جن کلائنٹ کے اشتہارات ہیں ان کو ادائیگی سے روک دیں مگر اس میں وہ کامیاب نہ ہو سکے ہاں اس میں ضرور کامیاب ہو گئے کہ ڈائریکٹری میں ہم نے اپنے کاروبار کے حوالے سے جو اشتہارات شائع کیے تھے کہ ویب سائٹ، ٹی وی کمرشل کی تیاری، ایس ایم ایس، ای میل مارکیٹنگ کے لیے ہم سے رابطہ کریں۔ ابتداء میں کلائنٹ نے ہم سے رابطہ بھی کیا لیکن پھر وہی خاموشی اگر یہ کہا جائے کہ پاکستان میں کاروبار نہیں ہے تو کیا گذشتہ بارہ سال سے میرے لیے ہی کاروبار اور ملازمت نہیں ہے؟ جن دنوں میں آل پاکستان اطباء ڈائریکٹری کی دوسری اشاعت کی چھپائی کے لیے فنانس کی تلاش میں تھا تو ایک اشتہار پر نظر پڑی جس میں کاروبار میں انویسمنٹ کی آفر تھی یہ اشتہار کاروان رہبر انٹرنیشنل کی طرف سے تھا یہاں میری ملاقات سید لئیق احمد صاحب سے ہوئی جو کاروان رہبر انٹرنیشنل چلا رہے تھے جو قسطوں پر حج عمرہ پر لوگوں کو بھیجتے تھے۔ ان سے دوستی کی ایک وجہ واحد بن ہاشم بھی ہیں روزنامہ جنگ سے منسلک ہیں۔ وہ سید لئیق احمد کے رشتہ دار بھی ہوتے ہیں چونکہ واحد بن ہاشم سے میری بھی دوستی ہے جسارت تکبیر اور ماہنامہ اعراف نیز میرے برادران لاء جاوید احمد خان سے بھی دیرینہ دوستی ہے سید لئیق احمد ڈائریکٹری میں رقم انٹرسٹ کے ساتھ انویسٹ کی جو ڈائریکٹری کی اشاعت کے بعد میں نے رقم واپس کی ساتھ ہی سید لئیق احمد نے ادویہ کے آرڈر بھی دیے اور یہ طے پایا کہ لوکل مارکیٹ کے ساتھ وہ ہربل ادویہ ایکسپورٹ بھی کریں گے۔ چونکہ شہد، اسپغول کی سعودی عرب وغیرہ میں اچھی ڈیمانڈ ہے۔ اس

ڈائریکٹری میں شائع ہونے والے کاروباری اشتہارات کا عکس جو نادیدہ قوتوں کی بھینٹ چڑھ گئے

دوران سید لئیق احمد کے آفس میں میری ملاقات میجر عدنان زاہد بھٹی سے ہوئی۔ میجر عدنان نے مجھ سے پہلی ملاقات میں اس بات کا اندازہ میری شخصیت میرے خیالات اور میرے کام کرنے سے عزم کو خوب اچھی طرح لگالیا تھا کہ۔ میرے پاس آئیڈیاز بہت ہیں مگر پیسہ اور سپورٹ نہیں ہے۔ اور جب جب میرے پاس پیسہ ہوتا ہے تو میں نے ان آئیڈیاز کو عملی شکل دینے کی کوشش کرتا ہوں پھر انہوں نے مجھ سے ای میل اور SMS مارکیٹنگ کرائی ان کے ساتھ میرے بہت اچھے کاروباری معاملات ہونے لگے۔ ایک پرچہ سیکیورٹی اینڈ ٹیرول نیوز کا ڈیکلریشن بھی ان کے پاس تھا اور وہ یہ رسالہ نکالنا چاہتے تھے۔ پھر میجر عدنان زاہد بھٹی صاحب نے اپنی حج عمرہ سروسز کے اخبارات میں اشتہارات دیئے جن میں کاروان پرچم، غناٹریولز و دیگر کمپنی کے اشتہارات شامل تھے۔ اس میں مجھے 15% فیصد بچتا تھا۔ جس میں سے 5% میں کیانی پبلک اینڈ کو کو دیتا اور 5% خود رکھتا اور 5% میجر عدنان کو ڈسکاؤنٹ دیتا۔ اس طرح یہ اشہاری مہم چلائی گئی ایک مرتبہ میجر عدنان زاہد بھٹی نے مجھ سے پاسپورٹ وصول کرنے کے لئے کہا۔ جس پر میں نے انہیں صاف انکار کر دیا کیونکہ جس کام کا مجھے تجربہ نہیں وہ کام میں فی الوقت نہیں کرسکتا تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ میں آپ کے ساتھ میگزین کا کام کرسکتا ہوں۔ ہربل ادویہ کی تیاری، ٹی وی پروڈکشن میں یا ایڈ ایجنسی قائم کرلیتے ہیں۔ چونکہ یہ حج عمرہ کا کام ہے میرے لئے بالکل نیا ہے اور اب میں مزید کسی نئے کام کو دیکھنے یا تجربہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ پھر میجر عدنان زاہد بھٹی نے ایک اور اشتہار دیا۔ جس میں انہوں نے اپنے نام کے ساتھ میرا نام بھی دیا۔ دس ہزار روپے گھر بیٹھے کمائیں۔ اپنے شہر میں بیورو

میجر عدنان زاہد بھٹی کے ساتھ مشترکہ کام کی ابتداء میں شائع ہونے والے اشتہارات کا عکس

8 Daily Kawish Hyderabad

جاگو اور جگاؤ

حج 2010

PAKISTAN MARINE ACADEMY

Government of Pakistan

Ministry of Ports & Shipping

JOIN MERCHANT NAVY and SEE THE WORLD

Who Can Apply?

How to Apply?

Submission of Form:

Selection Procedure:

Employment Opportunities:

www.marineacademy.edu.pk

CLASSIFIED

ایکسپریس

STUDY IN LONDON

Queensbury College

ADMISSION OPEN

For July-Sep Intake

حج 2010

کاروان پرچم

Group of Companies

جاگو اور جگاؤ

سیکورٹی اینڈ ٹریول نیوز

5800051-58

سید رضوان

الحسن رضوی

AL TAWKAL ENTERPRISES

34280740-3464181 3

0345-3118861

آفس کھولیں۔ یہ اشتہار ملک کے تمام بڑے اخبارات میں شائع ہوا اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد میرے برادر سید اصغر عباس ہاشمی کا فون آیا فون پر انہوں نے مجھ سے SMS سوفٹ وئر سے متعلق معلومات حاصل کیں اور ساتھ ہی ساتھ میرے مصروفیت کے حوالے سے پوچھتے رہے۔ گو کہ ان کے پاس مجھ سے تفصیلی گفتگو کے لیے وقت نہیں ہوتا تھا مگر اس دوران کئی بار انہوں نے مجھ سے تفصیلی گفتگو کی لیکن میں نے خود سے میجر عدنان زاہد بھٹی کے ساتھ اپنی کاروباری مصروفیت کا ذکر نہ کیا۔ لیکن چونکہ اشتہار تو اخبار میں لگ چکا تھا۔ لہذا میرے وہ نادیدہ دشمن جو بار بار میرے کام اور روزگار میں رکاوٹ ڈالتے رہتے ہیں۔ ان کے لئے یہ بات تکلیف دہ تھی۔ کہ مجھے ایک بار پھر اچھا دوست اچھا کاروباری ساتھی مل رہا تھا۔ ان ہی دنوں یہ اشتہاری مہم چلانے کے بعد میجر عدنان زاہد بھٹی چند ہفتوں کے لئے عمرہ پر چلے گئے اور ان کے جانے کے بعد ان کے دو لاکھ کے چیک بونس ہو گئے۔ جب میں نے ان سے رابطہ کیا تو انہوں نے کہا کہ ادائیگی ہو جائے گی۔ چونکہ اس سے پہلے بھی ان کے دیئے ہوئے چیک پاس ہو گئے تھے۔ لہذا میں نے اس کو کاروباری اتار چڑھاؤ سمجھا اور محسوس کیا۔ مگر عمرہ واپسی پر انہوں نے کام کے حوالے سے بالکل بریک لگا دیا آج تک میں ان کے پیچھے لگا ہوا ہوں مگر نہ اشتہارات کی ادائیگی ہوئی ہے اور نہ ہی کاموں کے حوالے سے کوئی پیش رفت! حالانکہ اشتہارات کی مد میں ہونے والی ادائیگی سب اپنے پاس نہیں رکھنی تھی مجھے تو پبلک کو، کیانی صاحب کو ادا کرنا ہے لیکن ان سب سے بڑھ کر مجھے دکھ اس بات کا ہوا ہے کہ میجر عدنان زاہد بھٹی اور سید لئیق احمد بہت دیندار آدمی ہیں ان کے ساتھ دوستی و کاروباری لین دین بھی اچھا

رہا وہ بہت ذہین آدمی ہیں ان دونوں افراد سے ملاقات مجھے اپنے کاروبار کے حوالے سے روشنی کی کرن لگی مگر نادیدہ قوتوں نے یہاں بھی اپنا وار کیا اور مجھے تنہا کرنے کی کوشش کی ایک بار میجر عدنان زاہد بھٹی نے عمرہ کے دوران مجھے فون کر کے رقم کی ادائیگی کا وعدہ کیا اور کہا کہ کعبہ میرے سامنے ہے ڈاکٹر صاحب معذرت آپ کے چیک بونس ہو گئے (میجر عدنان زاہد بھٹی مجھے پیار سے ڈاکٹر صاحب کہہ کر مخاطب کرتے ہیں) مگر وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو جائے۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ میری پہلی ڈائریکٹری کی اشاعت کے بعد خالد بٹ صاحب کا ملنا دواؤں کی مینوفیکچرنگ آرڈر پر آرڈر سید اصغر عباس ہاشمی کی پرکشش پیشکش۔ دوسری اشاعت کے فوراً بعد لئیق صاحب کا دواؤں کے آرڈر پر آرڈر کے سبب ڈائریکٹری کی صحیح تقسیم، اشاعت کی وصولی، ودیگر کام سب معاملات کھٹائی میں پڑ گئے، نہ تو میں ڈائریکٹری کی دونوں اشاعت سے فروٹ فل کامیابی حاصل کر سکا اور نہ ہربل ادویہ کا کام سیٹ ہو سکا اگر صحافت کو خیر باد کہتا تو کم از کم دواؤں کی مینوفیکچرنگ کا کام ہی چل پڑتا مگر ایسا بھی نہ ہوتا جیسے ہی میں صحافت سے ہٹ کر دواؤں کی طرف یکسو ہوتا آرڈر روک دیئے جاتے، اور دونوں ہی کاموں میں بگاڑ پیدا کر کے مجھے پھر سے بیروزگاری کی طرف دھکیل دیا گیا۔ جس فرد کو یہ سب کام آتے ہوں جس میں ہربل ادویہ کی مینوفیکچرنگ اور بہترین فارمولے بنانا۔ اور صحافت کے حوالے سے تمام امور پر دسترس، ٹی وی فلم پروڈکشن کے کام میں آڈیو اور ویڈیو ایڈیٹنگ 3D Max اور ویب ڈیزائننگ اس شخص کو اس پاکستان میں کوئی کام اور ملازمت حاصل کرنے کا حق نہیں ہے؟! نہیں ہے کوئی منزل اگر میری منزل، تو پھر یہ پاؤں تلے راستے کہاں

کے ہیں؟ آل پاکستان اطباء ڈائریکٹری کی دوسری اشاعت کے سلسلے میں جب میں لاہور گیا تو میرے اور سید اصغر عباس ہاشمی کے ایک مشترکہ دوست سابقہ تکبیر کے نمائندے تحریک اسلامی کے شعبہ نشرواشاعت کی ذمہ داریاں انجام دیتے تھے اور ہمارے ماہنامہ اعراف کے سابقہ بیورو چیف اسلام آباد عارف عثمان سے ملاقات ہوئی تو عارف عثمان نے کہا کہ آپ کے بھائی سید اصغر عباس ہاشمی کا کام بہت پھیلا ہوا ہے وہ تین چار اشتہارات آپ کے پرچے ماہنامہ اعراف کے لئے ہر ماہ کردیں، آپ بھی اشتہارات کے فرد ہیں کچھ اشتہارات آپ کریں اس طرح ماہنامہ اعراف کو دوبارہ شروع کرلیں یہاں لاہور میں بیورو آفس بھی آپ کو مل جائے گا۔ کراچی میں بھی آپ کا دفتر ہے۔ اسلام آباد میں میں دیکھ لوں گا۔ اس طرح اس پرچے کو دوبارہ شروع کرلیں آپ کے ساتھ ساتھ اور دیگر لوگوں کے روزگار کا مسئلہ بھی حل ہوجائے گا۔" مجھے عارف عثمان کی بات مناسب لگی میں نے اپنے برادر سید اصغر عباس ہاشمی سے ان تمام باتوں کا ذکر کیا کہ ہم اعراف کو دوبارہ شروع کرتے ہیں اور کوشش کرینگے کہ پرچے کا مزاج ذرا ہلکا رکھیں" میری بات سن کر سید اصغر عباس ہاشمی نے دوٹوک لفظوں میں جواب دیا" نہیں ایسا ممکن نہیں ہے کیونکہ آپ اسٹیٹ کے خلاف ہیں آپ اسٹیبلیشمنٹ کے خلاف ہیں" اپنے سگے بھائی کے منہ سے یہ سن کر مجھے ایک لمحے کو عجیب سا لگا کیونکہ میں نے زندگی میں ہمیشہ جو بھی اختلاف کیا ہے اپنے دین اور ملک کی محبت میں رہ کر کیا اعراف کے ایک سال کے پرچوں میں جو کچھ بھی چھپا وہ تو آج بھی ریکارڈ کی صورت میں موجود ہے کوئی مجھے بتائے کہ کیا حکومت سے اختلاف کرنے یا بیوروکریسی کی مخالفت کرنے کا مطلب ملک سے غداری ہے؟ سید

اصغر عباس ہاشمی کے اس جملے نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ میری مسلسل بیروزگاری بہت سارے لوگوں کے عدم تعاون کا سبب یہ تو نہیں ہے کہ مجھے ''غیر ملکی ایجنٹ یا اسٹیٹ کے غدار یا قادیانی کے طور پر مشہور کر دیا گیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو یہ ضروری ہو گیا ہے کہ تمام حالات واقعات کو من وعن سب کے سامنے لاؤں ورنہ کہیں یہ نہ ہو! جانے کب کون کیسے مار دے کافر کہہ کر، شہر کا شہر مسلمان ہوا پھرتا ہے، اس کتاب کا پیش لفظ اتنی تفصیل سے لکھنے کی بنیادی وجہ یہی ہے! اپنے وطن میں ہوں کہ غریب الدیار ہوں، ڈرتا ہوں دیکھ دیکھ کے اس دشت و در کو میں، کھلتا نہیں مرے سفر زندگی کا راز، لاؤں کہاں سے بندۂ صاحب نظر کو میں، میں ان کرداروں پر سے پردہ اٹھاؤں جنہوں نے میری زندگی کے ۱۲ قیمتی سال ضائع کرنے میں اپنا اپنا کردار اپنی اپنی جگہ خوب نبھایا یا ادا کیا ان میں میرے اپنے بھی شامل ہیں۔ قریبی دوست اور وہ دوست احباب جو اسلامی جمعیت طلبہ، جماعت اسلامی میں ایمانداری، سچائی اور دیانت کی بات کرتے لیکن حق و سچائی کا ساتھ دینے کے بجائے عملاً ''صاحب اختیار و اقتدار'' کے لیے مخبریاں کرتے اور مجھے قائل کرتے کہ ہم غلط ہیں میں اپنے اللہ کے سامنے سرخرو ہوں کہ میں نے رزق حلال کمانے کے لئے حلال ذرائع سے ہمیشہ اپنی کوشش کی انتہا کی ہے حضرت علیؑ کا قول ہے کہ ''علم حاصل کرو ماں کی گود سے لحد تک'' اور میں نے اپنی زندگی کا اصول بنایا کہ رزق حلال کے لیے کوشش کرو لحد تک، میرے لئے وہ لمحات اور وہ وقت انتہائی اذیت ناک رہا جب میں نے معاشی بدحالی سے مجبور ہو کر سید اصغر عباس ہاشمی کے سامنے ہاتھ پھیلایا، زہیر مصطفیٰ سید جنہوں نے ہمیشہ مجھے اپنے دوست ہونے کا تاثر دیا۔ اور میں نے انہیں ہمیشہ

اپنا دوست ہی جانا مگر یہ کیسی دوستی ہے کہ وہ شادی کرانے میں پیش پیش رہے اور جب میں نے عملی زندگی میں کچھ کرنا چاہا اور ماہنامہ اعراف کی اشاعت کی جس کے تمام مضامین اور میٹر ان کے خیالات اور نظریات کی ترجمانی کرتے تھے۔ تو ان کی طرف سے خاموشی اور عدم تعاون رہا اس کو کیا معنی دیئے جائیں، اس کو کیا سمجھا جائے؟ میں ہمیشہ زہیر مصطفیٰ سید سے دوست کی حیثیت سے ملا اپنے خیالات نظریات و معاملات ان کے سامنے رکھے۔ جماعت اسلامی مخالف جذبات کو انہوں نے ہمیشہ ہوا دی کبھی جماعت کی کمزوریوں کا دفاع کرتے ہوئے مجھے دلیل سے قائل کرنے کی کوشش نہیں کی اور یہ درس نہیں دیا کہ ! ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ ، پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ، بلکہ ایک وقت میں تو انہوں نے جماعت اسلامی حقیقی گروپ تشکیل دینے کی بھی کوشش کی۔ اس سلسلہ کا ایک اشتہار انہوں نے مجھے صلاح الدین شہید کی زندگی میں تکبیر میں شائع کرنے کیلئے دیا جس کے آخر میں سابق متفق (جماعت اسلامی) لکھا تھا۔ یہ اشتہار محمد صلاح الدین کی میز پر آیا تو انہوں نے مسکراتے ہوئے اسے شائع کرنے سے معذرت کرلی اور کہا کہ جماعت اسلامی کی تقسیم ہماری پالیسی کا حصہ نہیں بلکہ جماعت اسلامی کی خامیوں پر گرفت ہماری پالیسی کا حصہ ہے یہ اشتہار ہمارے ادارے کی پالیسی کے خلاف ہے۔ محمد صلاح الدین کی شہادت کے بعد جب میں نے محمد صلاح الدین شہید کی شہادت کے حوالے سے پس پردہ حقائق پر کتاب شائع کرنے کا عزم ظاہر کیا تو زہیر مصطفیٰ سید نے قطعی اس کی مخالفت نہ کی بلکہ شورش کاشمیری کا ایک جملہ تو وہ اکثر پڑھا کرتے تھے" کہ جب ایک طوائف اپنا جسم بیچتی ہے تو وہ صرف ایک جسم بیچتی ہے۔ لیکن جب ایک صحافی اپنا

قلم بیچتا ہے تو پوری قوم کو بیچتا ہے‘‘ ماہنامہ اعراف کی بندش کے بعد زہیر مصطفیٰ سید سے میں نے رابطہ ختم کر دیا تھا کیونکہ جب بھی تیر کھا کے کمین گاہوں کی طرف دیکھا تو زہیر مصطفیٰ سید کو جماعت اسلامی کے کیمپ میں پایا یہ زہیر مصطفیٰ سید ہی بتائیں گے کہ یہ منافقت ہے یا ڈیوٹی کا حصہ ہے۔ گذشتہ دنوں آٹھ سال بعد زہیر مصطفیٰ سید سے خصوصی طور پر ملاقات کرنے گیا اور انہیں میں نے اپنی معاشی صورتحال مسلسل بیروزگاری اور اتفاقات پر مشتمل واقعات کے بارے میں بتایا تو پہلے انہوں نے افسوس کا اظہار کیا پھر کہا کہ آپ کے کمپیٹیٹر ہو سکتے ہیں؟ یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے میں نے ہربل ادویہ، ماہنامہ اعراف، ڈسکوری بزنس ڈائریکٹری، اشتہارات، ٹی وی پروڈکشن، ویب ڈیزائننگ، اطباء ڈائریکٹری جیسے کام اتنے چھوٹے پیمانے پر کرتا ہوں کسی بڑے یا چھوٹے سرمایہ کار کو مجھ سے کیا ڈر ہو سکتا ہے؟ اگر یہ بات بھی تسلیم کر لی جائے تو مجھے کہیں ملازمت کا نہ ملنا کیا معنی رکھتا ہے؟ زہیر مصطفیٰ سید کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا وہ خاموش ہو گئے لیکن ساتھ ہی مجھے پھر سے گمراہ کرنے کی کوشش کرنے کے لیے کہا کہ عملیات بندش وغیرہ بھی ممکن ہوتی ہیں گو کہ میں یقین نہیں رکھتا مگر اس حوالے سے اپنی اہلیہ عنیزہ صدیقی کا بھی ذکر کیا کہ انتقال سے چند ماہ پہلے انہیں بھی کچھ شک تھا تو وہ کسی عامل کے پاس گئی تھی میڈیم عنیزہ صدیقی مرحومہ کی شخصیت میری اور میری اہلیہ کے لیے بہت محترم اور قابل مثال ہے، پھر دوران گفتگو اچانک ہی مجھ سے پوچھا کہ سعدیہ انجم کا خط تو آپ کے پاس ہے نا! میں نے اس سوال کا واضح جواب دینے سے انکار کیا اس ملاقات میں بھی زہیر مصطفیٰ سید نے میری مسلسل بیروزگاری جیسے مسئلے کے حل کے لیے

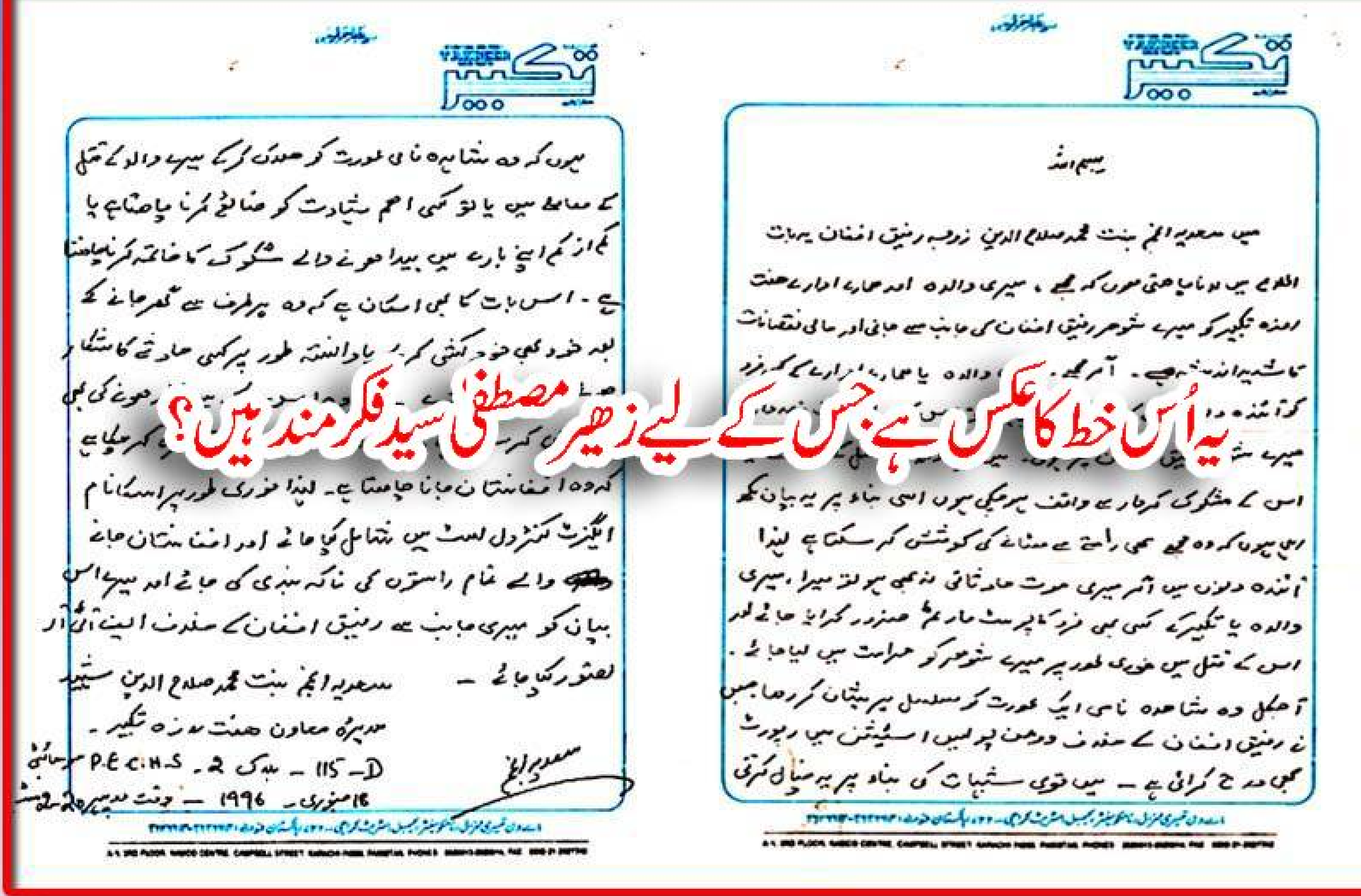

سعدیہ انجم کے تحریر کردہ خط کا عکس

کوئی بات نہیں کی، پھر دوسری ملاقات میں بھی انہوں نے سیاق وسباق سے ہٹ کر یہ پوچھا '' آپ ماہنامہ عراف کا وہ پرچہ نہیں لائے جس میں تمام لوگوں کے سیاہ سفید کارنامے شائع ہوئے تھے زھیر مصطفیٰ سید کی اس بات پر میں نے وضاحت کی کہ ماہنامہ اعراف نے کبھی ان واقعات پر کچھ شائع نہیں کیا، مجھے اس بات پر حیرت تھی اور ہے کہ زھیر مصطفیٰ سید کو محمد صلاح الدین شہید کے حوالے سے وابستہ معاملات پر اتنی فکرمندی کیوں ہے؟ پس پردہ کیا حقیقت ہے؟ ہمارے ایک اور پرانے صحافی دوست رفعت سعید جو ڈان نیوز چینل پر ہیں پریس کلب میں ایک ملاقات میں ہم نے اُس سے کہا کہ جب سے ماہنامہ اعراف نکالا اور ملکہ نے تکبیر سے استعفیٰ دیا تھا اس وقت سے ہم مسلسل مشکلات کا شکار ہیں آپ اپنے چینل پر کوئی جاب نکال دیں'' اس وقت اُس نے ہمارے معامات وحالات سن کر کہا کہ ''رفیق افغان نے کالا جادو کرادیا ہے'' انہیں اس بات پر بھی اعترض تھا کہ ہم میاں بیوی جاب لیس ہیں بڑے حالات ہیں تو پھر پریس کلب کیسے آجاتے ہیں؟ موجودہ دور میں جدید ٹیکنالوجی بالخصوص موبائل فون کی موجودگی میں کسی بھی شخص کے متعلق اس کے معاملات ٹریس کر کے اُس کے کام میں رکاوٹیں ڈالنا بہت آسان کام ہے اور پھر دوست، احباب کے ذریعے یہ باور کرنا کہ کوئی بندش ہے یا سفلی علم کا اثر ہے۔ ایک اہم اور انوکھا واقعہ جس کا تذکرہ کرنا میں ضروری سمجھوں گا میری اہلیہ نے تکبیر میں ملازمت کے دوران اپنی، اپنے بھائی آصف اور اصغر عباس ہاشمی کی کمیٹی ثروت جمال اصمعی صاحب کی اہلیہ رومیصاء بھابھی کے پاس ڈالی تھی جب تکبیر سے معاملات ختم ہوئے ہم نے اپنا پرچہ نکالا وہ بند ہوا مجھ پر معاشی بحران آیا تو اس دوران ملکہ

اپنی کمیٹی کی رقم باقاعدگی سے ادا نہیں کر سکیں اور انہیں کمیٹی ختم کر کے ایڈجسٹ کرنا پڑی جو چودہ ہزار کے قریب رقم تھی یہ رقم ملکہ افروز
نے دسمبر ۲۰۰۱ء میں اپنے بھائی آصف کی کمیٹی وصول کرتے ہوئے جس کی کل رقم ۵۰ ہزار تھی انہوں نے رومیصاء بھابھی سے
۳۶ ہزار کا چیک لیا اور چودہ ہزار کی رقم اپنی کمیٹی کی ایڈجسٹ کرادی لیکن جون ۲۰۰۲ء میں اصمعی صاحب نے فون کر کے کہا کہ آپ
کے اوپر ۱۴ ہزار کی رقم واجب الادا ہے ملکہ اس بات کا مسلسل انکار کرتی رہیں ملکہ کا کہنا تھا کہ ۱۴ ہزار کی رقم آصف روہیلہ کی کمیٹی
ملتے وقت ایڈجسٹ ہو چکی تھی اور ان کا یہ کہنا صرف یاددہانی کی بنیاد پر نہ تھا بلکہ وہ ادائیگیاں اپنی ڈائری میں لکھ لیا کرتی ہیں۔ اس
وجہ سے ملکہ اپنے موقف پر قائم تھی جناب اصمعی صاحب انکار کی وجہ سے مجھے اور ملکہ کو شدید ذہنی اذیت اٹھانا پڑی ایک لمحہ کو میں
بھی سوچ میں پڑ گیا کہ شاید اصمعی صاحب ہی درست ہوں کیونکہ مجھے جناب ثروت جمال اصمعی صاحب کی دیانت اور ایمان داری
پر پہلے بھی کبھی شک نہ تھا اور آج بھی نہیں ہے یہ الگ بات ہے کہ وہ نادیدہ قوتوں کے آلہ کار بن گئے۔ بہرحال ملکہ کی ڈائری میں
واضح طور پر ادائیگی درج تھی ۹ جون سے لے کر ۱۲ جون کی رات تک اصمعی صاحب سے پی سی او کے ذریعہ اس موضوع پر ملکہ کی
بات ہوتی رہی ان کا اصرار تھا کہ ملکہ کو ۳۶ ہزار کا چیک اور ۱۴ ہزار کیش دیے گئے ہیں ۱۲ جون کی رات ثروت جمال اصمعی صاحب
نے ملکہ سے یہ بھی کہا کہ ’’ہو سکتا ہے پیسے آپ تک نہ پہنچے ہوں کسی اور کی جیب میں چلے گئے ہوں‘‘ معلوم نہیں کہ ان کا یہ کہنا ملکہ
افروز روہیلہ اور ان کے بھائی محمد آصف کے درمیان غلط فہمی پیدا کرنے کا تھا یا وہ میرے اور ملکہ افروز کی ازدواجی زندگی کی بنیاد

بھروسہ اور اعتماد ختم کرنا چاہتے تھے بہر حال ۱۳ جون کی رات جب ملکہ نے فون پر یہ کہہ کر باب بند کر دیا کہ اب میں یہ معاملہ اللہ کے
سپرد کرتی ہوں اگلی صبح جناب ثروت جمال اصمعی ہمارے گھر آئے اور معذرت کی کہ انہیں رات میں یاد آ گیا تھا کہ ۱۴ ہزار کیش نہیں
دیا گیا تھا بلکہ یہ رقم ہماری رقم کے عوض ایڈجسٹ کی گئی تھی اب ان کا ہمارا کوئی حساب کتاب یا لین دین نہیں ! انسان سے بھول چوک
ہوتی ہے اور اسے یاد آ جاتا ہے بلکہ اصل اور اہم بات یہ ہے کہ ثروت جمال اصمعی صاحب نے یہ کہا کہ ”میرے یہاں آنے کی کسی
کو خبر نہیں ہو، آپ اس بات کو بھول جائیں“ میں یہاں ثروت جمال اصمعی صاحب سے یہ سوال کرتا ہوں کہ اگر یہ محض بھول چوک
تھی تو آپ کا مندرجہ بالا جملہ کیا معنی رکھتا ہے؟ اگر آپ نے محض کسی کے کہنے پر ہمیں اذیت دینے یا ہم پر قرض کا بوجھ بڑھانے کے
لیے یہ سب کچھ کیا تو وہ نادیدہ قوت، دشمن کون ہے؟ ۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان ہی دنوں میں مختلف (N.G.O) سے
رابطہ کر کے اس کوشش میں تھا کہ ماہنامہ اعراف دوبارہ شروع ہو جائے ۔ جب بھی میں اس قسم کی کوشش کرتا کہ اعراف دوبارہ شروع
کیا جائے تو نادیدہ دشمن معاشی تنگی کا سلسلہ، کاروباری رکاوٹیں مزید بڑھا دیتا یہ بھی نہ سوچا جائے کہ نادیدہ قوتوں نے مجھے لفٹ نہیں
دی بلکہ دو یا تین دفعہ نادیدہ قوتوں نے دست شفقت رکھنا چاہا مگر میری ایمانداری اور خودداری آڑے آئی ۔ اگر مجھے آزادی، خودداری
کے ساتھ اپنا کاروبار یا ملازمت جاری رکھنے دی جاتی تو شاید میں ملک سے باہر بھی نکل جاتا اور یہ باب ہمیشہ کے لیے بند ہو جاتا اللہ
جانتا ہے کہ دوبارہ میں نے اس کتاب کے حوالے سے بالکل علیحدہ ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا ایک مرتبہ جب میں نے خالد بٹ صاحب

کے ساتھ کام شروع کیا تو پوری کوشش میں تھا کہ قرض ادا کر کے اپنے پیسے پر ملک سے باہر نکل جاؤں تا کہ میرا بھی ضمیر مطمئین رہے، دوسری بار جب ٹی وی فلم پروڈکشن کا کام سیکھا تھا تو میرا پورا ارادہ تھا کہ میں اپنی خداداد صلاحیتیں صرف تعمیری اور مثبت ڈرامہ پروڈکشن کی جانب لگالوں گا۔ مگر دونوں بار مجھے بیروزگاری کی طرف دھکیلا گیا۔ میجر عدنان زاہد بھٹی کے ساتھ جب سیکورٹی اینڈ ٹریولز نیوز پرچے کے حوالے سے بات چیت فائنل ہوگئی تھی تو میں نے اس پرچے کے میٹر کی کمپوزنگ کے لیے آپریٹر رکھا مگر میجر صاحب عمرہ کرنے چلے گئے ان کے چیک بونس ہو گئے سارا کام وہیں رُک گیا اور مجھے یوں محسوس ہوا کہ کہانی بھر سے دہرائی جانے والی ہے چند مہینے تک اشتہارات و دیگر کاموں کے بعد پھر سے مجھے بیروزگاری کا عذاب جھیلنا ہے تب میں نے فیصلہ کرلیا کہ اب وقت آگیا ہے کہ کتاب شہادت سب کے سامنے آجائے۔ کیوں کہ مجھ پر جو الزامات لگائے جاتے ہیں کہ مجھ میں کاروبار کرنے کی صلاحیت نہیں، ملازمت کرنا نہیں چاہتے صحافت کا شوق ہے صحافت آتی نہیں، مطب کھونا نہیں چاہتے وغیرہ وغیرہ اس کتاب کی کمپوزنگ اُسی آپریٹر سے کرائی جس کو میجر عدنان زاہد کے پرچے سیکورٹی اینڈ ٹریولز نیوز کے لیے رکھا تھا لیکن یہ بات لیک ہوگئی (واللہ عالم) لیکن میں اکتوبر ۲۰۱۰ء سے بالکل فارغ ہوں معاشی معاملات کا سلسلہ وہی خاموشی نہ کوئی کام نہ ملازمت نہ کسی کو احساس، اس معاشی تنگی میں کتاب چھپانے کا سوچنا بھی محال ہے۔ ان ہی فارغ اوقات میں مجھے ماہنامہ غازی پڑھنے کا اتفاق ہوا دراصل تکبیر، امت، غازی سے دیرینہ وابستگی ہے اس میں ہمارے دوست اور پاکستان میں ڈیجیٹل بک کے بانی عبید اللہ کیہر کا

انٹرویو شائع ہوا اس انٹرویو نے مجھے اندھیرے میں اُمید کی کرن دکھائی دی ''ڈیجیٹل بک شہادت'' مجھے ان پیج، فوٹو شاپ، کورل ڈرا، فری ہینڈ، تھری ڈی مکس فلیش، آڈیو ویڈیو و دیگر سافٹ ویئر پر عبور حاصل نہ ہوتا تو میرے لیے ڈیجیٹل بک شہادت پر کام کرنا ممکن نہ ہوتا میرے لیے شہادت کتاب کو منظرِ عام پر لانے کا واحد راستہ یہی ہے اس دوران ایک اہم بات یہ ہوئی کہ تقریباً دو سال قبل ہم کرائے کے فلیٹ سے اپنے ایک عزیز رشتے دار جنھوں نے ہمیں خود اپنے فلیٹ میں رہنے کی آفر کی تھی اور ہم شفٹ ہو گئے تھے اس اُمید پر کہ مجھے ملازمت ملے گی یا کاروبار چلے گا تو ہم انہیں کرایہ بھی ادا کریں گے مگر یہاں بھی وہی صورت حال رہی۔ جب یہاں سے بھی فلیٹ شفٹ کر کے کرائے کے فلیٹ میں جانے کی بات سامنے آئی تو پھر میں نے سارے معاملات کو دیکھتے ہوئے کتاب شہادت کو ڈیجیٹل بک کی شکل میں لانے سے قبل میں نے قرآن سے استخارہ کیا اور قرآن کی یہ تین آیتیں میرے سامنے آئیں ''پروردگار میرا سینہ کھول دے اور میرے کام کو میرے لیے آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ سلجھا دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں'' (ترجمہ سورۃ طٰہٰ آیت نمبر ۲۵۔۲۶۔۲۷) سے بنیاد بنا کر میں نے یہ قدم اٹھایا ہے۔ گذشتہ بارہ سال کے دوران میں نے اور میری اہلیہ نے بیروزگاری کے حوالے سے بہت اذیت سہی اور دُکھ اُٹھائے ہیں میں اس ڈیجیٹل بک پڑھنے والے ہر ناظر سے یہ سوال کرتا ہوں کہ اگر مجھ میں کاروبار کرنے کی صلاحیت نہیں، ملازمت کرنے کی اہلیت نہیں ہے میں معاشرے کا اتنا ہی ناکارہ فرد ہوں تو رفیق افغان، زہیر مصطفیٰ سید، سید اصغر عباس ہاشمی نے میری شادی کیوں کرائی؟ یہ سوال میری اہلیہ بھی ان تینوں عظیم

سید اصغر عباس ہاشمی

CEO الحمرا کمیونیکیشن لاہور

رفیق افغان

مدیر اعلیٰ، پرنٹر و پبلیشر روزنامہ

اُمت اور ہفت روزہ تکبیر کراچی

زہیر مصطفیٰ سید

دی اسکالر سیکنڈری اسکول

(لیاقت آباد) کراچی

شخصیات سے کرتی ہیں کہ اگر ان کی بہن یا بیٹیوں کے لیے ایسا رشتہ آئے تو کیا وہ اس کی سفارش کرینگے؟ میں رفیق افغان، سید اصغر عباس ہاشمی، زہیر مصطفیٰ سید سے یہ پوچھتا ہوں کہ اگر ان کی کسی اولاد کے ساتھ ایسا ہو اُس کی زندگی کے بارہ قیمتی سال ضائع کرائے جائیں تو کیا وہ اسی طرح خاموش رہیں گے؟ اگر نہیں تو مجھے کس چیز کی سزا دی جا رہی ہے میرا ماضی، حال آپ کے سامنے ہے ۱۹۸۸ء ہمدرد کالج زمانہ طالب علمی سے لیکر ۱۹۹۹ء تک میں اپنی جدوجہد سے آگے بڑھ رہا تھا اور اللہ کے شکر سے میں مطمئین بھی تھا لیکن ۲۰۰۰ء کے بعد ہی میں اس معاشرے کا ناکارہ شخص ہو گیا آپ تینوں عظیم شخصیات سے میں اپنے بارہ سال کا حساب چاہتا ہوں! جس نے دیا ہے درد یہ، اس کی وہ ہی دوا کرے ورنہ اس بات کے لیے ذہنی طور پر تیار رہیں! حساب دوستاں در دل مثل شاید سنی ہوگی، قیامت میں ملو گے تو حساب دوستاں ہوگا۔ میں اپنے معاملات میں کتنا یکسو ہوں اس کا اندازہ آپ تینوں افراد کو ہو ہی گیا ہے۔

انہیں آج بھی کام نہیں ہے   کیوں برسوں سے خالی پڑے ہیں   میرے ہاتھوں کو یہ جاننے کا حق ہے

انہیں سجنے کا نام نہیں ہے   کیوں صدیوں سے ٹوٹ رہے ہیں   میرے سپنوں کو جاننے کا حق ہے

شخصیات سے کرتی ہیں کہ اگر ان کی بہن یا بیٹیوں کے لیے ایسا رشتہ آئے تو کیا وہ اس کی سفارش کرینگے؟ میں رفیق افغان، سید اصغر عباس ہاشمی، زہیر مصطفیٰ سید سے یہ پوچھتا ہوں کہ اگر ان کی کسی اولاد کے ساتھ ایسا ہوا اُس کی زندگی کے بارہ قیمتی سال ضائع کرائے جائیں تو کیا وہ اسی طرح خاموش رہیں گے؟ اگر نہیں تو مجھے کس چیز کی سزا دی جا رہی ہے میرا ماضی، حال آپ کے سامنے ہے ۱۹۸۸ء ہمدرد کالج زمانہ طالب علمی سے لیکر ۱۹۹۹ء تک میں اپنی جدوجہد سے آگے بڑھ رہا تھا اور اللہ کے شکر سے میں مطمئین بھی تھا لیکن ۲۰۰۰ء کے بعد ہی میں اس معاشرے کا ناکارہ شخص ہوگیا آپ تینوں عظیم شخصیات سے میں اپنے بارہ سال کا حساب چاہتا ہوں! جس نے دیا ہے درد یہ، اس کی وہ ہی دوا کرے ورنہ اس بات کے لیے ذہنی طور پر تیار رہیں! حساب دوستاں دردل مثل شاید سنی ہوگی، قیامت میں ملو گے تو حساب دوستاں ہوگا۔ میں اپنے معاملات میں کتنا یکسو ہوں اس کا اندزاہ آپ تینوں افراد کو ہو ہی گیا ہے۔

میرے ہاتھوں کو یہ جاننے کا حق ہے　　کیوں برسوں سے خالی پڑے ہیں　　انہیں آج بھی کام نہیں ہے

میرے سپنوں کو جاننے کا حق ہے　　کیوں صدیوں سے ٹوٹ رہے ہیں　　انہیں سجنے کا نام نہیں ہے

2006ء میں ڈسکوری بزنس ڈائریکٹری C.D کی شکل میں آغا پبلیشرز
کے نام سے میں نے مارکیٹ میں متعارف کرائی اور اخبارات میں اشتہارات
دیے، نئے نام اور نئے فون نمبر کی وجہ سے ابتدا میں بہت اچھا بزنس دیا لیکن
مارکیٹ میں کوئی کام چھپ کر نہیں ہوتا ہے لہذا یہ بات سامنے آتے ہی کہ
ڈسکوری بزنس ڈائریکٹری میری کوشش ہے پھر وہی رانگ کالز کا سلسلہ اور
وی پی پارسل کی واپسی، پھر ہوم ڈیلوری شروع کی تو غلط ایڈرس لکھا کے
آرڈر بک کرائے جاتے۔

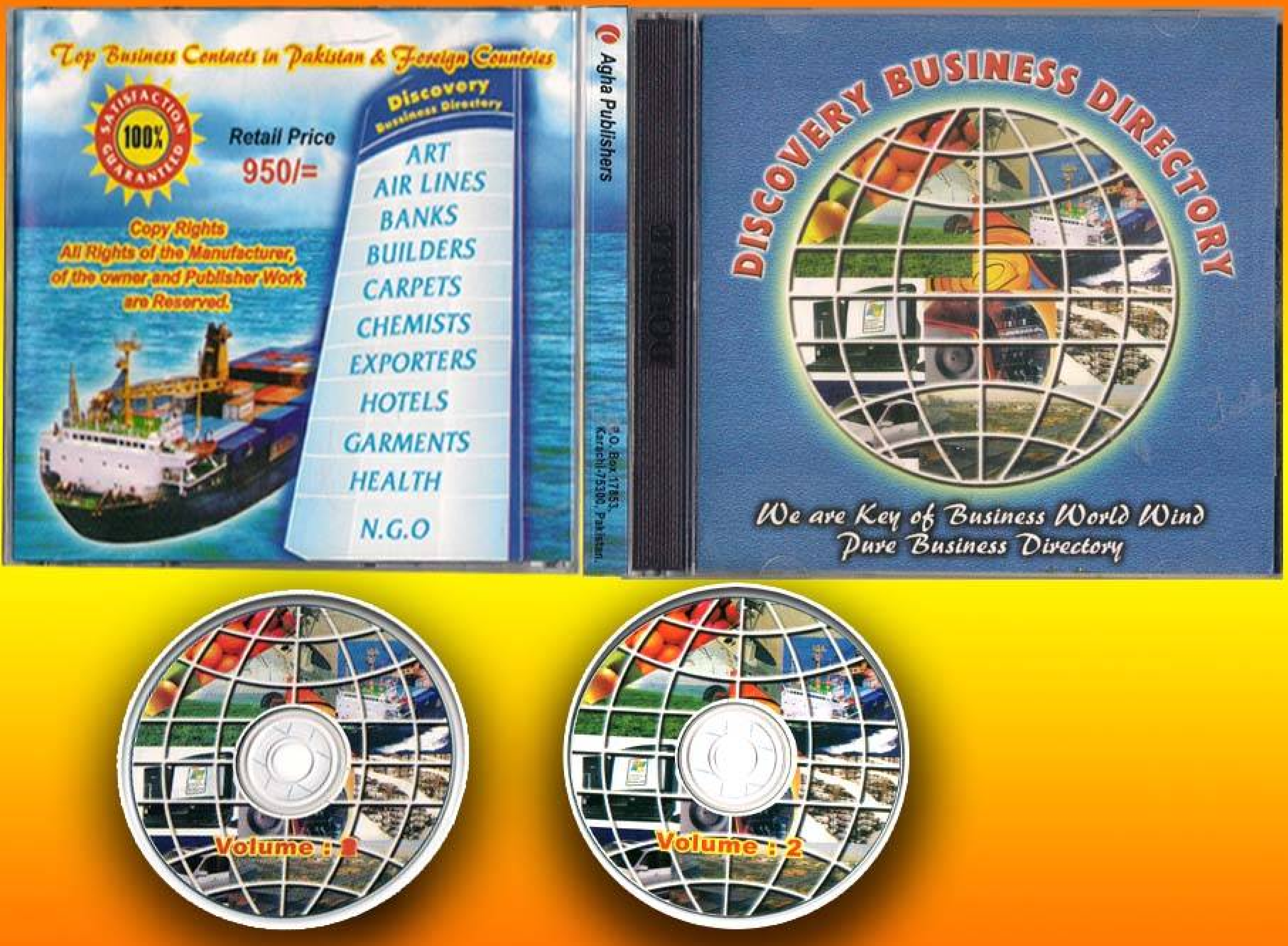
Top Business Contacts in Pakistan & Foreign Countries
100% SATISFACTION GUARANTEED
Retail Price
950/=
Copy Rights
All Rights of the Manufacturer, of the owner and Publisher Work are Reserved.
Discovery
Business Directory
ART
AIR LINES
BANKS
BUILDERS
CARPETS
CHEMISTS
EXPORTERS
HOTELS
GARMENTS
HEALTH
N.G.O
Agha Publishers
P.O. Box 17853, Karachi-75300, Pakistan.
DISCOVERY BUSINESS DIRECTORY
We are Key of Business World Wind
Pure Business Directory
Volume :
Volume : 2

Agha Publishers

ہزار لگائیں لاکھوں کمائیں۔

محترم صارفین:

آغا پبلیشرز نے ڈسکوری بزنس ڈائریکٹری جاری کی ہے۔ جس میں پروفیشنل کمرشل انڈسٹری سے متعلق معلومات صحت تعلیم تجارت، بینک، زراعت، گارمنٹس، ہربل، آٹو پارٹس کیمیکلز، این جی اوز، قرآن کتب انٹرنیشنل بزنس کونسل، رفاعی تنظیمیں اور مشرق وسطی، یورپ، امریکہ، یو اے ای، آسٹریلیا سمیت دنیا بھر کے نام پتے فون نمبر اور لاکھوں ای میل ایڈریس اور ویب سائٹ اور ویب لنک شامل ہیں ڈسکوری بزنس ڈائریکٹری بزنس افراد اور ادارے کے لئے فائدہ مند ہے جو رابطہ کر کے اپنے کاروبار کو ملک اور بیرون ملک وسیع کرنا چاہتے ہیں ڈسکوری بزنس ڈائریکٹری اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ افراد سے رابطے اور ٹیلی مارکیٹنگ کی باتوں کو مد نظر رکھا گیا ہے ڈسکوری بزنس ڈائریکٹری کے حصول کا مطلب آپ کے پاس بہت معلومات بہت رابطے اور بہت رابطے کا مطلب بہت بزنس۔ ڈسکوری بزنس ڈائریکٹری آپ سے ایک فون کال کے فاصلے پر ڈسکوری بزنس ڈائریکٹری ہوم ڈیلیوری کے ساتھ صرف -/950 روپے آپ کے کمپیوٹر پر MS-Office,Excel,Internet Explore,Adobe Reader ہونے کی صورت میں ڈسکوری بزنس ڈائریکٹری کا استعمال نہایت آسان ہے دیر نہ کریں آج اور ابھی آرڈر کریں۔

Discovery Business Dierectory

Respected Sir / Madam,

We are pleased to inform you that "Agha Publishers" has released a leading new C.D. "Discovery Business Directory". It is a complete business directory in which you can find the names of Pakistani and foreign companies, Contact persons, their addresses, Phone #, Fax #, E-mails, Website with business categories like Importers, Exporters, Agricultural firms, Advertising firms, Airlines, Auto Dealers, Banks, Builders, Chemical and Pharmaceutical firms, Foreign Embassies in Pakistan, Hospitals and Health care Units, Hotels, Printers and Publishers, Members of Chambers & Commerce and Trade Associations, Universities and Educational Institutions, Members of NGOs and millions of E-mail addresses, Websites with more informations.

Discovery Business Directory has targeted to provide you more informations, One-to-one marketing, including direct mail, e-mail and Telemarketing.

So don't hesitate.

More Information, More Promotion, More Contacts Means More Business Discovery Business Directory Price Tow CD only 950/- Home Dealiveryf in Pakistan.

ORDER NOW

AGHA PUBLISHERS
P.O. Box 17853, Karachi-75300, Pakisan.
E-Mail , aghapublisherskar@hotmail.com *Helpline : 0301-2449958*

گذشتہ بارہ سال کے عرصہ میں کیے گئے میرے معاشی قتل کی یہ مکمل روداد نہیں ہے یہ اُس معاشی قتل کے صرف ۲۵ فیصد حصے کی تفصیل ہے جو میں نے بیان کی ورنہ اگر ہر روز ہر دن، نہ مکمل و ادھورے پروجیکٹ، بے شمار لا حاصل ملاقاتیں بھاگ دوڑ، نتیجہ صفر کا ذکر کرنے لگوں تو دفتر سیاہ ہو جائیں بے شک اللہ رازق ہے اُس نے مجھے کبھی مایوس نہیں کیا مگر میرے نادیدہ دشمنوں نے میرے روزگار کے دروازے بند کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور کامیاب بھی رہے یہاں تک کہ میں نے ویب سائٹ کے حوالے سے خود کو برسر روزگار کرنا چاہا تو میری ویب سائٹ www.araafpublisher.com، www.irshadherbal.com www.uspproduction.com, وقفہ وقفہ اور مختلف حیلے بہانوں سے بند کی جاتی رہیں اور آج کل تو کئی ہفتوں سے مکمل بند ہیں اگرچہ میں نے سال بھر کی ڈومین اور ہوسٹینگ کی فیس ادا کی ہوئی ہے۔ شاید میرے نادیدہ دشمنوں کو یہ اندیشہ ہے کہ میں نے کتاب شہادت کا جو میٹر کمپوز کرایا ہے وہ میں اپنی کس بھی ویب سائٹ پر چسپاں کر کے SMS نہ کر دوں، گذشتہ عید پر جب میں نے ایک عید کارڈ ای میل کیا جو میری نہیں بلکہ کروڑوں پاکستانیوں کے دل کی آواز ہے کہ ''مستقبل کے وزیر اعظم پاکستان محترم نواز شریف اور صدر پاکستان جنرل (ر) حمید گل ہوں'' اس کے بعد میری ویب سائٹ بند ہوئی اور میری ای میل بھی اسکین کی جانے لگی۔ یہ ہی وہ رکاوٹیں اور ہتھکنڈے ہیں جنھوں نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں برسوں سے خاموشی کے اس قفل کو توڑ دوں، میں نے اس کتاب کی سوفٹ کاپی تیار کر کے اپنے ایک عزیز دوست، تکبیر کے پرانے قاری اور محمد صلاح الدین کے عقیدت مند یو، کے

اہلِ وطن کو عید مبارک
دنیا کو ہے اس مہدیٔ برحق کی ضرورت
ہو جس کی نگہ زلزلۂ عالمِ افکار
علامہ اقبالؒ
FROM;
Syed Naseer Uddin
www.araafpublisher.com

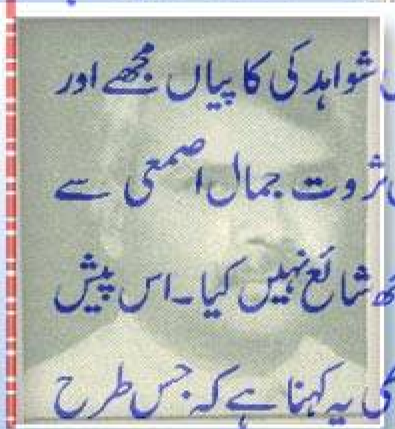

میں رہائش پذیر ہیں انہیں میں نے اختیار دیا ہے کہ جس دن ہم پریس کانفرنس کریں وہ اس کتاب کی سافٹ کاپی لاکھوں پاکستانیوں کو ای میل کر دیں کیونکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر میری اہلیہ ملکہ افروز روہیلہ کو سعدیہ انجم نے شریک راز بنایا اور ایک خط حوالے کیا تو اس میں مجھے کیوں کانٹوں میں کھینچا گیا، محمد صلاح الدین شہید کے ذاتی لیٹر پیڈ سے ملنے والی تحریر میں اگر میری اہلیہ کا نام بھی شامل تھا تو اس کی سزا مجھے کیوں دی گئی؟ (ملکہ، فیض، اصمعی، متین الرحمٰن، الماری، ڈائری، وصیت نامہ، مجھے کچھ عرصہ سے اشارے مل رہے ہیں، میرے بعد سعدیہ سنبھالے گی) ''بحوالہ ڈیجیٹل بک شہادت'' اگر ثروت جمال اصمعی نے دستاویزی شواہد کی کاپیاں مجھے اور میری اہلیہ کو دیں تو کیا اس لیے میرا معاشی قتل کیا جائے؟ اگر سعدیہ انجم نے میرے فلیٹ ثاقب سینٹر میں ثروت جمال اصمعی سے میٹنگ کی اس میں میرا کیا قصور؟ میں اور میری اہلیہ نے اتنا کچھ جاننے کے باوجود ماہنامہ اعراف میں کبھی کچھ شائع نہیں کیا۔ اس پیش لفظ کا مطلب یا مقصد یہ ہے کہ مجھے انصاف چاہیے۔ سعدیہ انجم بنت محمد صلاح الدین شہید مجھے آپ سے بھی یہ کہنا ہے کہ جس طرح آپ اپنے بچے کی خاطر مجبور ہوئیں اور مجبور کر دی گئیں میں بھی اپنے بچے کی خاطر باعزت روزگار کے لیے مجبور ہوا اور مجبور کر دیا گیا کہ یہ تمام حقائق اور آپ کی امانتیں اپنی جان پر کھیل کر دنیا کے سامنے لاؤں کیونکہ مجھ سے ضمیر کا سودا نہیں ہوتا، میرے بعد آپ اور میرے ''مہربانوں'' کے لفافے آخرت میں بخشش کا سبب نہیں بنیں گے، میں نے اپنا مقدمہ پیش کر دیا ہے۔

''وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے اُس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے لہذا اُسی کو اپنا وکیل بنا لو'' (آیت 9 سورۃ مزمل)